More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

باب دوم — الف — حدیث شریف: حدیث وسنت کا تعارف اور عملی زندگی پر اس کے اثرات

کثیر الانتخابی سوالات

مندرجہ ذیل سوالات کے جواب پر "✓" کا نشان لگائیں:

01 سنت کے لغوی معنی ہیں:

(الف) بات چیت (ب) قانون (ج) رسم ورواج (د) طریقہ

02 مفہوم اللہ تعالیٰ کا اور الفاظ حضور کریم ﷺ کے ہوں تو وہ حدیث کہلاتی ہے:

(الف) تقریری (ب) فعلی (ج) قولی (د) قدسی

03 حدیث کے مفہوم کو ظاہر کرتا ہے لفظ:

(الف) سنت (ب) عقل (ج) قیاس (د) اجماع

04 حضور اکرم ﷺ سے ہم تک جن لوگوں نے احادیث بیان کی ہیں، ان کو کہا جاتا ہے:

(الف) سند (ب) راوی (ج) متن (د) مستند

05 راویوں کے سلسلے کو کہتے ہیں:

(الف) راوی حدیث (ب) متن حدیث (ج) سند حدیث (د) مستند حدیث

06 حدیث کی عبارت کو کہا جاتا ہے:

(الف) سند (ب) راوی (ج) متن (د) مستند

07 جس حدیث میں حضرت محمد ﷺ کے کسی قول یا فرمان کا بیان کیا جائے، اُس حدیث کو کہتے ہیں:

(الف) قدسی (ب) فعلی (ج) تقریری (د) قولی

08 جس حدیث میں حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے کسی اختیار کردہ عمل اور طریقے کو بیان کیا گیا ہو، اُس حدیث کو کہتے ہیں:

(الف) قدسی (ب) فعلی (ج) تقریری (د) قولی

09 ایسی حدیث جس میں کسی صحابی نے حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں کوئی کام سرانجام دیا ہو یا جس کام کا آپ ﷺ کو علم ہو لیکن آپ ﷺ نے اس کام سے منع نہیں فرمایا، نہ ہی اُس کی تعریف کی بلکہ سکوت فرمایا یا آپ ﷺ نے اجازت دی یا اپنی رضامندی کا اظہار کیا، اُس حدیث کو کہتے ہیں:

(الف) قدسی (ب) فعلی (ج) تقریری (د) قولی

10 سنت کے لغوی معنی ہیں:

(الف) طریقہ (ب) بات چیت (ج) قانون (د) رسم

Perfect24u.com

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

11 ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ جس نے میری امت کے فساد کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھاما، اس کے لئے ثواب ہے:

(الف) تین شہیدوں کا (ب) سات شہیدوں کا (ج) دس شہیدوں کا (د) سو شہیدوں کا

12 اگر ہمارے روزمرہ اعمال میں سنتِ نبوی ﷺ کا اہتمام ہوگا تو ہمارے اعمال شمار ہوں گے:

(الف) خیر (ب) عبادت (ج) برکت (د) رحمت

جوابات

1.	(الف)	3.	(الف)	5.	(ج)	7.	(د)	9.	(ج)	11.	(د)
2.	(د)	4.	(ب)	6.	(ج)	8.	(ب)	10.	(الف)	12.	(ب)

درسی کتاب کی مشق کا حل

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کیجئے:

سوال 1 حدیث وسنت پر مضمون تحریر کیجئے۔

جواب: **حدیث:** لفظ ''حدیث'' کے لغوی معنی خبر، بات چیت اور نئی چیز کے ہیں۔ اصطلاح میں سیدنا حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے قول، فعل (کام) اور تقریر کو حدیث کہا جاتا ہے، اسی طرح حدیث کو ''خبر'' اور ''سنت'' بھی کہا جاتا ہے۔

حدیث کی اقسام: حدیث کی چار قسمیں ہیں (۱) حدیث قولی (۲) حدیث فعلی (۳) حدیث تقریری (۴) حدیث قدسی۔

سنت: ''سنت'' کے لغوی معنی ''طریقہ'' اور ''راستہ'' کے ہیں۔ اصطلاح میں حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی زندگی گزارنے کے اختیار کردہ طریقہ کو کہا جاتا ہے اور اس عمل کو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے بار بار کیا ہو۔ سنت کو قرآن کریم نے ''اسوۂ حسنہ'' کے نام سے بیان کیا ہے۔

حدیث وسنت کی اہمیت: اسلام میں جس طرح اللہ تعالیٰ کی توحید پر یقین کامل رکھنا ضروری ہے اسی طرح حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت پر ایمان لانا بھی اہم ہے۔ آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے اسوۂ حسنہ کو سب سے بہتر نمونۂ عمل سمجھ کر اللہ تعالیٰ کے احکامات پورے کئے جائیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: تمہارے لیے پیغمبر کی ذات میں بہترین نمونہ موجود ہے۔ (سورۃ الاحزاب: ۲۱)

حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی مبارک ہستی ہمارے لیے ہر وقت مشعل راہ اور نمونۂ عمل ہے، ہماری فلاح تب ممکن ہے جب ہم اپنی سیرت و کردار و عمل کو آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی ہدایات و تعلیمات کو اپنائیں، یہ ہدایات حدیث وسنت کی شکل میں موجود ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ (سورۃ الحشر، آیت: ۷)

ترجمہ: اور رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ تمہیں جو بھی دیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے رک جاؤ۔

اس آیت کریمہ میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے تمام احکامات و تعلیمات کو قبول کرنے اور منع کردہ چیزوں سے رک جانے کا امت کو واضح حکم ہے۔ ایک حدیث میں حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

Perfect24u.com

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

ترجمہ: جس نے میری امت کے فساد کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھاما اس کے لیے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ (حلیۃ الاولیاء للاصبہانی جلد۸ صفحہ ۲۰۰)

حدیث وسنت کی ہماری زندگیوں میں اس لیے بھی بہت اہمیت ہے کہ سنت وحدیث ہی حقیقت میں احکامات قرآن کی توضیح اور تشریح ہیں' چنانچہ قرآن کریم میں بے شمار ایسے احکامات ہیں جن کا تعین' تشریح نبوی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کے بغیر ناممکن ہے مثلاً نماز کی رکعات کی تعداد اور ارکان وسنن وتسبیحات وغیرہ۔ روزہ کی حالت میں کن چیزوں سے بچنا چاہیے' زکوۃ کا نصاب اور اموالِ زکوۃ سے کیا مراد ہے۔ حج کے مناسب کس طرح ادا کرے چاہئیں؟ ان تمام عبادتوں کو اپنی زندگی میں عملی طور پر کیسے ادا کیا جائے؟ ان کے جوابات ہمیں صرف وصرف حدیث وسنتِ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ اور حیاتِ طیبہ کے ذریعہ معلوم ہو سکتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کی اطاعت اور اتباع سنت میں سب سے بڑھ کر تھے' ان کو یہ بات بہت پسند تھی کہ حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ سفر میں ہوں یا حضر میں' کہاں اور کس انداز سے اپنے کام سرانجام دیتے ہیں' چنانچہ وہ بھی اسی کام کو اسی انداز سے ادا کرتے اور رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کی پیروی کرتے تھے۔

حدیث اور سنت کا فرق: ''حدیث'' اور ''سنت'' کم وبیش ایک ہی مفہوم کو ظاہر کرتی ہیں صرف معمولی سا فرق ہے۔ یعنی حدیث عموماً قول کے لیے اور سنت فعل وعمل کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

قرآن وسنت کا باہمی تعلق: قرآن مجید ''متن'' کی حیثیت رکھتا ہے اور سنت وحدیث ''شرح'' کی حیثیت رکھتے ہیں اور حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کو قرآن مجید کا مبلغ' شارح اور معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ پیغمبر کا صرف یہ کام نہیں ہوتا کہ احکام الٰہی لوگوں کو زبانی سنا دیں' بلکہ ان کے فرائض منصبی میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ ان احکام خداوندی کے مفاہیم اور فوائد وحکمتوں کو بیان کرتے ہوئے ان کی عملی تشریح بھی امت کے سامنے پیش کر کے دکھائیں اور اس صراط مستقیم پر خود چل کر عملی نمونہ لوگوں کو سمجھائیں تاکہ لوگ احکام الٰہی کی تعمیل میں کسی قسم کی کمی وکوتاہی سے بچ جائیں۔

سوال 2 حدیث کی اقسام پر نوٹ تحریر کریں۔

جواب: **حدیث کی اقسام:** حدیث کی چار قسمیں ہیں:

(۱) حدیث قولی (۲) حدیث فعلی (۳) حدیث تقریری (۴) حدیث قدسی۔

حدیثِ قولی: حدیثِ قولی کا مطلب ہے جس میں حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کے کسی قول یا فرمان کو بیان کیا جائے جو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ نے اپنی زبان مبارک سے اس طرح فرمایا ہے جیسا کہ

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ أَفْشُوا السَّلَامَ سلام کو عام کرو۔ (سنن ترمذی حدیث: ۱۸۶۲)

حدیثِ فعلی: حدیث فعلی کا مطلب ہے جس میں حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کے کسی اختیار کردہ عمل اور طریقہ کو بیان کیا گیا ہو کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ نے اس طرح کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ نے بکری کا دودھ نکال کر نوش فرمایا اور پھر پانی سے کلی کی۔ (سنن ابن ماجہ حدیث: ۴۹۹)

حدیثِ تقریری: حدیث تقریری کا مطلب ہے جس میں کسی صحابی نے حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کی موجودگی میں کوئی کام سرانجام دیا یا جس کام کا آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ نے اس کو اس کام سے نہ منع فرمایا' نہ ہی اس کی تعریف کی بلکہ سکوت فرمایا۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ نے اجازت دی یا اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا ہو۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا ایک چھوٹا بھائی ''ابوعمیر'' تھا جس نے بلبل پال رکھا تھا اور وہ اس سے کھیلا کرتا تھا حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ ہمارے گھر میں اکثر آتے رہتے تھے لیکن آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ نے کبھی اس بلبل کو پالنے اور قید رکھنے سے منع نہیں فرمایا۔ (صحیح بخاری: ۶۱۲۹ صحیح مسلم: ۲۱۵۰)

حدیثِ قدسی: حدیث قدسی کا مطلب ہے جس میں معنی اور مفہوم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور الفاظ سید نا حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کے ہوتے ہیں۔

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ: قَالَ اللهُ: اَنْفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ اُنْفِقْ عَلَيْكَ:

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے اولادِ آدم! تم (میرے بندوں) پر خرچ کرو تو میں تمہارے اوپر خرچ کروں گا۔ (صحیح بخاری: ۵۳۵۲)

سوال 3 ہماری زندگی پر سنت سے مرتب ہونے والے اثرات پر نوٹ تحریر کریں۔

جواب: **حدیث وسنت کے عملی زندگی پر اثرات:** انسانی زندگی حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی سنت کے نہایت اہم اثرات مرتب ہوتے ہیں، جو سنت نبوی کے لازمی نتائج شمار ہوں گے۔ چنانچہ ذیل میں کچھ باتیں بیان کی جاتی ہیں:

۱۔ آدمی اپنی ضروریات اور اعمال کو بہر حال پورا کرنے کی جدوجہد کرتا ہے، پس اگر ان اعمال میں سنت نبوی کا اہتمام ہوگا تو یہ اعمال عبادت شمار ہوں گے مثلاً کھانا پینا انسان کی ضرورت ہے، اگر سنت کی نیت سے باادب ہو کر دسترخوان پر اکٹھے بیٹھ کر اجتماعی کھانے کا اہتمام کیا جائے تو یہ کھانا بھی عبادت ہے۔

۲۔ سنتِ نبوی کے اہتمام سے انسانی صحت اور ماحول کی بہتری کا سامان میسر ہوگا، کیونکہ سنت نبوی حلال و پسندیدہ چیزوں کے استعمال کرنے اور پاکیزگی وصفائی کا درس دیتی ہے جس سے تمام بیماریوں کا سدباب ہوگا۔

۳۔ سنت نبوی کی پیروی اختلافات کو دور کرتے ہوئے اتحاد و یکجہتی پیدا کرتی ہے، تمام لوگوں کو عملی زندگی گزارنے کا مشترکہ دستور ملنے سے ان میں نااتفاقی کا رجحان کمزور پڑ جاتا ہے۔

۴۔ سنت نبوی کے اتباع سے باطل اور شیطانی راہوں کی روک تھام ہوتی ہے، حق اور نیکی کے ماحول کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ جس سے تمام سماجی اور اخلاقی برائیوں کا سدباب ہوتا ہے۔

۵۔ بہت سارے مسائل میں سائنس نے بھی سنت کی تاکید کی ہے اگرچہ سنت کو سائنس کی تاکید کی ضرورت نہیں ہے۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

سوال 1 سنت سے کیا مراد ہے؟ قرآن کریم کی روشنی میں تحریر کریں۔

جواب: **سنت:** ''سنت'' کے لغوی معنی ''طریقہ'' اور ''راستہ'' کے ہیں۔ اصطلاح میں حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی زندگی گزارنے کے اختیار کردہ طریقہ کو کہا جاتا ہے اور اس عمل کو نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے بار بار کیا ہو۔ سنت کو قرآن کریم نے ''اسوۂ حسنہ'' کے نام سے بیان کیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: تمہارے لیے پیغمبر کی ذات میں بہترین نمونہ موجود ہے۔ (سورۃ الاحزاب: ۲۱)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ (سورۃ الحشر: ۷)

ترجمہ: اور رسول اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ تمہیں جو بھی دیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے رک جاؤ۔

اس آیت کریمہ میں حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے تمام احکامات و تعلیمات کو قبول کرنے اور منع کردہ چیزوں سے رک جانے کا امت کو واضح حکم ہے۔

سوال 2 حدیث کے لغوی اور اصطلاحی معنی تحریر کریں۔

جواب: **حدیث:** لفظ ''حدیث'' کے لغوی معنی خبر، بات چیت اور نئی چیز کے ہیں۔ اصطلاح میں سیدنا حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے قول، فعل (کام) اور تقریر کو حدیث کہا جاتا ہے، اسی طرح حدیث کو ''خبر'' اور ''سنت'' بھی کہا جاتا ہے۔

Perfect24u.com

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

سوال 3: سنت کے لغوی اور اصطلاحی معنی کیا ہیں؟

جواب: سنت: ''سنت'' کے لغوی معنی ''طریقہ'' اور ''راستہ'' کے ہیں۔ اصطلاح میں حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی زندگی گزارنے کے اختیار کردہ طریقہ کو کہا جاتا ہے اور اس عمل کو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے بار بار کیا ہو۔

سوال 4: ''اسوہ'' کس زبان کا لفظ ہے اور اس کے لغوی معنی کیا ہیں؟

جواب: ''اسوہ'' عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں: مثال، نمونہ جو لائق تقلید ہو یا کسی کا اتباع کرنا۔

سوال 5: متن حدیث کسے کہتے ہیں؟

جواب: حدیث کی عبارت کو ''متن'' کہا جاتا ہے۔ متن وہ حصہ حدیث ہے جس میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درج ہوتا ہے۔ مثلاً
الصلاۃ عماد الدین (نماز دین کا ستون ہے)۔
یہ حدیث کا متن ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان، فعل، عمل، تقریر حدیث کا متن ہوتا ہے۔

سوال 6: سند حدیث کی تشریح کریں۔

جواب: حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے ہم تک جن لوگوں نے احادیث بیان کی ہیں ان کو ''راوی'' اور راویوں کے سلسلے کو ''سند حدیث'' کہا جاتا ہے۔

سوال 7: ''راوی'' سے کیا مراد ہے؟ وضاحت کریں۔

جواب: حدیث بیان کرنے والے کو راوی کہتے ہیں۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے ہم تک جن لوگوں نے احادیث بیان کی ہیں ان کو ''راوی'' کہا جاتا ہے۔

سوال 8: حدیث ''جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس کے لئے سو شہید کا ثواب ہے۔'' وضاحت کریں۔

جواب: ایک حدیث میں حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ترجمہ: جس نے میری امت کے فساد کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھاما اس کے لیے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ (حلیۃ الاولیاء للاصبہانی جلد ۸ صفحہ ۲۰۰)

اس حدیث میں لفظ امت کا فساد استعمال کیا گیا ہے جس کا مفہوم ہے کہ امت میں پھیلی بدعت، جہالت اور گناہوں کے وقت جس نے سنت پر عمل کیا تو اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ یہ ثواب ملنے کی وجہ وہ مشقت اور وہ مصیبت ہوگی جو فسادِ اُمت کے زمانے میں سنت پر عمل کرنے والے کو سہنا پڑے گی۔ اسی لئے کہا گیا کہ فسادِ امت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے والا اُس شہید کی طرح ہوگا جو دین کی سربلندی کے لئے جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جائے۔ فسادِ امت کا زمانہ وہ زمانہ ہوگا جب امت اصلاح کے لئے راضی نہ ہوگی، کوئی نصیحت یا وعظ ان کو فائدہ نہیں دے گا، برائی کرنے والے برائی ترک نہیں کریں گے، جس نیکی کا حکم انہیں دیا گیا ہے وہ اُسے نہیں کریں گے۔

ظاہر ہے کہ زندہ وہی سنت کی جائے گی جو مُردہ ہوگئی اور سنت مُردہ جبھی ہوگی کہ اُس کے خلاف رواج پڑ جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ اَحْیَا سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ

Perfect24u.com

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

ترجمہ: جس نے میری سنت زندہ کی بیشک اُسے مجھ سے محبت ہے اور جسے مجھ سے محبت ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی ج4ص309،حدیث:2687)

ایک اور جگہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

مَنْ اَحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِي قَدْ أُمِيتَتْ بَعْدِي، فَإِنَّ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلَ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا

ترجمہ: جو میری کوئی سنت زندہ کرے کہ لوگوں نے میرے بعد چھوڑ دی ہو جتنے اس پر عمل کریں سب کے برابر اسے ثواب ملے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔

(ترمذی ج4ص309،حدیث:2686)

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے جواب پر "✓" کا نشان لگائیں:

جواب: صفحہ 44 پر کثیر الانتخابی سوالات کا سوال نمبر 1 تا 3 ملاحظہ کیجئے۔

Perfect24u.com

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

باب دوم — ب — حدیث شریف: منتخب احادیث کا ترجمہ و تشریح

ب (۱) حدیث ۱ تا ۵

حدیث نمبر: ۱

خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۵۰۲۷)

ترجمہ: تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن کریم سیکھے اور دوسرے کو سکھائے۔

تشریح: قرآن مجید کلام الٰہی ہے جس کا موضوع انسان ہے۔ یہ کتاب صرف نماز، روزے کی تعلیمات پر مشتمل نہیں ہے بلکہ انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں خواہ وہ دنیاوی ہوں یا اُخروی، معاشی ہوں یا معاشرتی، سیاسی ہوں یا سائنسی سب کے بارے میں مکمل رہنمائی رکھتی ہے۔

قرآن مجید سرچشمہ ہدایت ہے، جس کے ایک حرف پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں۔ الم تین حروف ہیں، اس لفظ کے پڑھنے سے ایک شخص تیس نیکیوں کا حقدار ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

"ہم نے جن کو کتاب (قرآن مجید) دی ہے وہ اس کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں۔ دراصل وہی اس پر ایمان رکھنے والے ہیں۔" (سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۲۱)

حضور اکرم ﷺ کا ارشادِ پاک ہے۔

"قرآن مجید پڑھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرے گا۔" (صحیح مسلم، حدیث: ۱۸۷۴)

پھر ارشاد فرمایا:

قرآن پڑھا کرو کیونکہ یہ قیامت والے دن اپنے پڑھنے والوں کے لیے شفارش کرے گا۔ (صحیح مسلم)

یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

جس شخص کے دل میں قرآن کا کوئی حصہ بھی محفوظ نہیں وہ ویران گھر کی مانند ہے۔ (ترمذی)

قرآن مجید مکمل ضابطہ حیات ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کے خزانے ہیں اور اس میں دین اور دنیا کی بھلائی کی باتیں ہیں۔ یہ وہ کتاب جس کا پڑھنا ثواب، جس پر عمل کرنا باعث نجات، جس کا دیکھنا عبادت ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم قرآن مجید کا مطالعہ کریں، سمجھیں اور دوسروں کو اس کی تعلیم دیں۔

اس حدیث میں قرآن مجید کے پڑھنے اور پڑھانے والے (معلم و متعلم) کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ قرآن کریم اللہ جل جلالہ کی آخری مقدس کتاب ہے جو حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل ہوئی' جو کہ انسانوں کے لئے تا قیامت ضابطہ حیات ہے۔ یہ وہ مبارک کتاب ہے' جس کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے' جس طرح تمام عالم میں اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر ہے' اسی طرح تمام کلام و کتب میں قرآن کریم اعلیٰ اور اتم ہے' اس میں ہمارے نفع و نقصان اور فوز و فلاح کی سب باتیں لکھی ہوئی ہیں' لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن کریم کو اخلاص کے ساتھ پڑھیں جس کے ساتھ فہم و تدبر اور غور و فکر بھی ہو' دوسروں کو قرآن کریم کی تعلیم دیں' اس کی دعوت کو لوگوں تک پہنچائیں اور عمل کریں اس کے مطابق عمل کرنے میں دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔

Perfect24u.com

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

حدیث نمبر: ۲

اَفۡضَلُ الذِّکۡرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَفۡضَلُ الدُّعَاءِ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ (سنن الترمذی، حدیث: ۳۳۸۳)

ترجمہ: سب سے بہتر ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور سب سے بہتر دعا اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کہنا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں ذکر و دعا کی اہمیت اور فضیلت بیان کی گئی ہے۔ "ذکر اللہ" اپنے وسیع معنی کے لحاظ سے نماز، تلاوت قرآن اور دعا و استغفار سب کو شامل کرتا ہے۔ لیکن مخصوص عرف و اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس، توحید و تمجید اس کی عظمت و کبریائی اور اس کی صفات کمال کے بیان کرنے کو "ذکر اللہ" کہا جاتا ہے۔ "دعا" کسی کم تر کا اپنے برتر سے کچھ مانگنا اور مانگنے پر اظہار عاجزی کرنا دعا کہلاتا ہے، دعا سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قادر مطلق مانتے ہوئے اس کی بارگاہ میں التجا کرنا اور درخواست پیش کرنا۔ دعا حصول مقصد کا ایک وسیلہ ہے یعنی بندہ جس طرح اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کے لیے دوسری محنتیں اور کوششیں کرتا ہے اسی طرح کی ایک کوشش دعا بھی ہے۔

اس حدیث میں لا الہ الا اللہ کو سب سے افضل بتایا گیا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اسی کلمہ سے انسان ایمان کی حدود میں داخل ہوتا ہے اور یہی کلمہ تمام انبیاء علیہ السلام کا پہلا سبق تھا۔ یہی کلمہ دین کی بنیاد ہے اور دین کی چکی اسی کلمے کے گرد گھومتی ہے۔ یہ کلمہ ظاہری و باطنی صفائی کے لئے بہت ہی موثر ہے۔ جب بندہ لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو اس سے تمام معبودوں کی نفی ہوجاتی ہے اور جب الا اللہ کہتا ہے تو ایک معبود حقیقی یعنی اللہ کا اقرار ہوتا ہے اور اس اقرار سے اس کا قلب روشن ہوجاتا ہے اور باطن کا اثر ظاہری اعضاء پر بھی مرتب ہوتا ہے تو اب اس سے وہی اعمال و افعال صادر ہوں گے جو اس کلمہ کا تقاضا اور منشاء ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا کلمہ صرف اکیلے اللہ تعالیٰ کو معبود ماننے کی تلقین کرتا ہے اس لیے اس کو "کلمہ توحید اور کلمہ ایمان" کہا جاتا ہے۔ تمام اذکار میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو افضل ذکر اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ کلمات تمام صفات کمال کا جامع اور عظمت و کبریائی میں برتر ہیں۔ باطن کی تطہیر اور قلب کو ہر طرف سے موڑ کر اللہ تعالیٰ سے وابستہ کرنے میں سب سے زیادہ موثر ہیں۔ نیز اس کو دل کے یقین اور سچائی کے ساتھ اقرار و اعتراف کرنے کے باعث آدمی اسلام میں داخل ہوجاتا ہے اور جنت میں داخل ہونے کا حق دار بن جاتا ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ یہ بھی اگرچہ ذکر کا کلمہ ہے لیکن حقیقت میں ایک دعا بھی ہے کیونکہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کی برکت اور تاثیر سے نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے اور گناہ مٹ جاتے ہیں۔ تمام دعاؤں میں بہتر دعا الحمد للہ ہے۔ کریم کی ثناء کا مطلب سوال ہی ہوتا ہے، جب انسان کسی کی تعریف کرتا ہے تو مطلب سوال کرنا ہی ہوتا ہے، یا اسکی وجہ یہ ہے کہ جب انسان منعم حقیقی یعنی اللہ کی حمد و تعریف کرتا ہے تو صرف اسی تعریف کرنے سے ہی اللہ مزید انعامات کی بارش فرماتے ہیں، جیسے کہ قرآن مجید میں بھی ہے:

لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ (سورۃ ابراہیم، آیت: ۷)

ترجمہ: تم شکر کروگے تو میں تمہاری نعمتوں میں اضافہ کروں گا۔

چونکہ ذکر و دعا اللہ تعالیٰ کے قرب خصوصی کے حصول کا ذریعہ ہیں لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں ذکر و دعا کا عنصر غالب اور نمایاں کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کا قرب خصوصی حاصل کرسکیں۔

حدیث نمبر: ۳

مَنۡ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبۡغَضَ لِلّٰہِ وَاَعۡطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسۡتَکۡمَلَ الۡاِیۡمَانَ۔ (سنن ابی داؤد، حدیث: ۴۶۸۱)

ترجمہ: جس شخص نے کسی سے اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ ہی کے لیے بغض رکھا، اللہ ہی کے لیے دیا، اور اللہ ہی کے لئے روکا، پس بیشک اس کا ایمان مکمل ہوگیا۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں تکمیل ایمان کے چار اصول بیان کر دیے ہیں۔

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

1۔ انسان کسی سے محبت کرے تو اللہ کے لئے۔ 2۔ کسی سے بغض رکھے تو محض اللہ کے لئے۔

3۔ انسان کسی کو کچھ عطا کرے تو اللہ کے لئے۔ 4۔ کسی کو عطا کرنے سے ہاتھ روک لے تو بھی محض اللہ کے لئے۔

رسول اکرم ﷺ نے اس حدیث مبارکہ میں مندرجہ بالا چاروں اعمال کو ایمان کی تکمیل فرمایا ہے۔ اس کی مزید وضاحت اور تشریح ذیل میں دی جاتی ہے۔

1۔ ایمان کی تکمیل کا پہلا زریں اصول یہ ہے کہ انسان دنیا میں جس سے محبت کرے محض اللہ کی رضا کے لئے کرے۔ دنیاوی اغراض اس میں شامل نہیں ہونی چاہئیں۔ جیسے اگر میں اس سے تعلقات رکھوں گا تو کاروباری معاملات میں مجھے فائدہ ہوگا یا دوسرے معاملات زندگی میں اس سے فائدہ حاصل کروں گا یا میری ترقی کا ذریعہ بنے گا۔ اس قسم کی محبت سے دنیاوی منفعت حاصل ہو سکتی ہے۔ ایسی محبت یا تعلقات دنیاوی ہیں۔ ان تعلقات کا یا ایسی محبت کا دنیا میں فائدہ حاصل ہو سکتا ہے مگر دین اسلام میں نہیں۔

2۔ اول تو انسان کسی سے بغض نہ رکھے اور اگر کسی سے بغض ہو بھی تو محض اس کی بنیاد یہ کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو ناپسند کرتا ہے۔ لہٰذا جب اسلام کی حدود کو توڑنے والے کو اللہ پسند نہیں فرماتا تو ہم اُسے پسند کیوں کریں۔ یعنی ناپسندیدگی کی وجہ صرف اور صرف رضائے الٰہی ہو۔

3۔ اگر کسی کو مال عطا کریں تو اس میں ریاکاری یا دکھاوا نہ ہو۔ بعض امیر لوگ محض ٹیلی ویژن اور اخبارات میں تصویریں چھپوانے کے شوق میں نیک کاموں میں مال دیتے ہیں۔ ان کا مقصد شہرت حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو اس مال کو پسند فرماتے ہیں جو دائیں ہاتھ سے دیا جائے تو بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ ریاکاری اور دکھاوے سے مال خرچ کرنے والے نے دنیا میں اپنا مقصد حاصل کر لیا مگر اللہ کے ہاں اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے۔

4۔ اگر کسی کو دینے سے ہاتھ روکیں تو اس میں ذاتی غرض یا خواہش شامل نہ ہو بلکہ اس لئے ہاتھ روکے کہ اللہ نے ہاتھ روکنے کا حکم دیا ہے۔

اس حدیث میں حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے بندہ مومن کے لئے ایسے چار اصول بتائے ہیں جو تکمیلِ ایمان کا باعث ہیں۔ محبت کرنا اور بغض رکھنا دونوں فطری عمل ہیں' لیکن دونوں کا تعلق دل سے ہوتا ہے' اسی طرح لوگوں کو مالی فائدہ پہنچانا اور کچھ دینا یا محروم رکھنا' اعضاء ظاہری کے ذریعہ سے ہوتا ہے جو کہ انسان کا ظاہر ہے۔ اس لیے حدیث مبارکہ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ کامل مومن اس وقت بنتا ہے جب اس کے باطنی اعمال اور ظاہری اعمال خالص اللہ تعالیٰ ہی کی رضا کے لیے ہوں' ان میں ریاء اور دکھاوے کی آمیزش نہ ہو اور دل خودغرضی سے پاک ہو' پھر خاص طور پر محبت' عداوت اور انفاق فی سبیل اللہ میں اللہ تعالیٰ کی منشا اور رضا کا لحاظ ضرور رکھنا چاہیے۔ یہی کامل ایمان کی نشانی ہے۔

حدیث نمبر: ۴

أَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً۔ (سنن الترمذی، حدیث: ۴۸۴)

ترجمہ: قیامت کے دن لوگوں میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو کہ مجھ پر سب سے زیادہ درود شریف بھیجنے والا ہوگا۔

تشریح: اس حدیث میں درود شریف کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا وجود مسعود ہم تمام انسانوں کے لئے باعث برکت اور سعادت مندی ہے۔ آپ کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ ہی کی بدولت ہمیں دین اسلام کی پہچان ملی۔ درود شریف اور سلام اصل میں ایک تحفہ ہے' جس کو مسلمان اپنے رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں بھیجتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں کی جانے والی بہت اعلیٰ درجہ کی دعا ہے جو حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی ذات پاک سے اپنی ایمانی وابستگی اور محبت کے اظہار کے لیے آپ کے حق میں کی جاتی ہے۔

نبی کریم ﷺ پر درود پاک پڑھنے کا حکم قرآن کریم میں دیا گیا ہے، سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ کی نسبت اولاً اپنی طرف فرمائی ہے، اس کے بعد اپنی نورانی مخلوق فرشتوں کی طرف، پھر اہلِ ایمان کو حکم فرمایا کہ اے مومنو! تم بھی درود بھیجو، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (سورۃ الاحزاب، آیت: ۵۶)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر، اے ایمان والو تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

Perfect24u.com

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

حدیث شریف میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا یعنی التحیات میں جو پڑھتے ہیں "السلام علیك أیها النبي ورحمة الله وبركاته" صلوٰۃ کا طریقہ بھی ارشاد فرمادیجیے تو آپ ﷺ نے درود ابراہیمی سکھایا یعنی "اَللّٰهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنك حميد مجيد اَللّٰهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنك حميد مجيد"۔

درود پاک پڑھنا مسلمان پر حق ہے۔ درود پاک پڑھنا اہلِ ایمان پر نبی کریم ﷺ کا حق ہے، چنانچہ بالغ ہونے کے بعد پوری زندگی میں کم از کم ایک بار درود پڑھنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ (قرطبی، ص: ۲۳۲) نیز کسی مجلس میں جب ایک سے زیادہ بار حضور ﷺ کا ذکر ہو تو کم از کم ایک بار درود پڑھنا واجب ہے اور ہر بار درود پڑھنا افضل اور بہتر ہے۔ (ردالمحتار ج:۱، ص:۵۱۶)

اس لیے ہم پر لازم ہے کہ ہم آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے بے انتہا محبت کریں، آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرت اور سنت پر عمل کریں اور آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے حضور میں عقیدت و محبت اور وفاداری و نیازمندی کا نذرانہ پیش کریں اور آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے لیے کثرت سے "درود شریف" پڑھنے کا اہتمام کریں تاکہ ہمیں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا روحانی قرب حاصل ہو اور حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت کے بھی حقدار ہو جائیں۔

حدیث نمبر: ۵

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۱۵)

ترجمہ: تم میں سے کسی کا بھی ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوگا جب تک کہ میں اس کی نظر میں اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے پیارا اور محبوب نہ ہو جاؤں۔

تشریح: علامہ شمس الدین سَفیری شافعی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں اس حدیثِ پاک کے تحت لکھتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ کسی کا ایمان کامل نہیں یہاں تک کہ نبیِّ پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اس کے نزدیک اپنی اولاد اور والدین سے زیادہ محبوب نہ ہوں تو جسے حضور پُرنور علیہ الصّلٰوۃ والسّلام والدین اور اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہوں وہ ناقص ایمان والا ہے۔ جبکہ علامہ ابنِ بطّال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اُمّتی پر نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا حق اولاد، والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ ہے، اس لئے کہ نبیِّ پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ہمیں دوزخ سے بچایا اور گمراہی سے ہدایت بخشی۔

(شرح بخاری للسفیری ج1، ص405)

آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے محبّت کے بارے میں قرآنِ پاک میں حد درجہ تاکید کی گئی ہے، چنانچہ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِیْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا
وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ
سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝24

ترجمہ: تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو (انتظار کرو) یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔ (سورۃ التوبۃ:24)

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

اس حدیث میں حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے محبت کو ایمان کی علامت بتایا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے محبت کرنے میں تمام اقسام کی محبتیں جو ماں باپ اور بیوی بچوں کی محبت کی طرح ہوتی ہیں' دوسرے طبعی اسباب یا نفسانی اسباب کی وجہ سے ہوتی ہیں سب شامل ہیں یعنی حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ اختیاری محبت رکھ کر جب تک بندہ اپنی خواہشات' اپنی مرضی' اپنا مال' اپنی اولاد اور اپنی جان بھی اللہ تعالیٰ اور آپ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے احکامات کے سامنے قربان نہ کردے اس وقت تک وہ کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ اس بات کی توثیق آپ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے' جس میں آپ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ ہیں: ''تم میں سے کوئی (کامل) مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اس کی خواہش اس شریعت کے تابع نہ ہوجائے جس کو میں لے کر آیا ہوں۔'' (شرح السنۃ للبغوی جلد ا صفحہ ۲۱۳-۲۱۲)

کثیر الانتخابی سوالات

مندرجہ ذیل سوالات کے جواب پر "✓" کا نشان لگائیں:

01 حدیث میں افضل ذکر کہا گیا ہے:
(الف) سبحان اللہ کو (ب) الحمد للہ کو (ج) اللہ اکبر کو (د) لا الٰہ الا اللہ کو

02 اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں "التجا" کرنا کہلاتا ہے:
(الف) حمد (ب) ذکر (ج) دُعا (د) صلوٰۃ

03 اطمینانِ قلب کا ذریعہ ہے:
(الف) شکر (ب) صبر (ج) ذکر (د) سخا

04 آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو
(الف) قرآن سیکھے اور سکھائے (ب) پابندی سے نماز پڑھے (ج) تہجد گذار ہو (د) سخی ہو

05 قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری لے رکھی ہے:
(الف) اللہ تعالیٰ نے (ب) جنات نے (ج) فرشتوں نے (د) مسلمانوں نے

06 حدیث میں سب سے بہتر دُعا کہا گیا ہے:
(الف) سبحان اللہ کو (ب) الحمد للہ کو (ج) اللہ اکبر کو (د) لا الٰہ الا اللہ کو

07 کسی کم تر کا اپنے برتر سے کچھ مانگنا اور مانگنے پر اظہارِ عاجزی کرنا کہلاتا ہے:
(الف) التجا (ب) درخواست (ج) صلوٰۃ (د) دُعا

08 ایک حدیث کے مطابق قیامت کے دن حضور اکرم ﷺ سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا کہ:
(الف) کثرت سے صدقہ و خیرات کرنے والا ہو (ب) کثرت سے آپ ﷺ پر درود شریف پڑھنے والا ہو
(ج) کثرت سے تہجد نمازیں پڑھنے والا ہو (د) کثرت سے عمرہ و حج کرنے والا ہو

09 صحیح البخاری کی حدیث نمبر 15 میں علامتِ ایمان بتایا گیا ہے:
(الف) کثرتِ عبادت کو (ب) کثرتِ صدقہ و خیرات کو (ج) حبِ رسول اللہ ﷺ کو (د) کثرتِ صوم کو

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

جوابات

1.	(د)	3.	(ج)	5.	(الف)	7.	(د)	9.	(ج)
2.	(ج)	4.	(الف)	6.	(ب)	8.	(ب)		

درسی کتاب کی مشق کا حل

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کیجئے:

سوال 1 مندرجہ ذیل احادیث کا ترجمہ تحریر کریں۔

- خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ۔

جواب: صفحہ 50 پر حدیث نمبر 1 کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔

- أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً۔

جواب: صفحہ 52 پر حدیث نمبر 4 کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔

سوال 2 لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔ کی تشریح تحریر کریں۔

جواب: صفحہ 53 پر حدیث نمبر 5 کی تشریح ملاحظہ کیجئے۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

سوال 1 ذکر اللہ سے کیا مراد ہے؟ تحریر کریں۔

جواب: ذکر کے معنی یاد کرنا، زبان پر جاری کرنا، شہرت، ثناخوانی، دعا اور ورد وغیرہ ہیں، اور عارفوں کی اصطلاح میں ذکر، یاد کرنے عمل پر ہوشیار، تحفظ، اطاعت، نماز اور قرآن پڑھنے وغیرہ کے معنی میں آیا ہے۔ "ذکر اللہ" اپنے وسیع معنی کے لحاظ سے نماز، تلاوت قرآن اور دعا و استغفار سب کو شامل ہے۔ لیکن مخصوص عرف و اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس، توحید و تمجید اس کی عظمت و کبریائی اور اس کی صفات کمال کے بیان کرنے کو "ذکر اللہ" کہا جاتا ہے۔

سوال 2 تکمیل ایمان کے چار اصول بیان کریں۔

جواب: اس حدیث مبارکہ میں تکمیل ایمان کے چار اصول بیان کردیئے ہیں۔

1۔ انسان کسی سے محبت کرے تو اللہ کے لئے۔
2۔ کسی سے بغض رکھے تو محض اللہ کے لئے۔
3۔ انسان کسی کو کچھ عطا کرے تو اللہ کے لئے۔
4۔ کسی کو عطا کرنے سے ہاتھ روک لے تو بھی محض اللہ کے لئے۔

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

سوال 3 لا الٰہ الا اللہ کو افضل ذکر کیوں کہا گیا ہے؟

جواب: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا کلمہ صرف اکیلے اللہ تعالیٰ کو معبود ماننے کی تلقین کرتا ہے اس لیے اس کو "کلمہ توحید اور کلمہ ایمان" کہا جاتا ہے۔ تمام اذکار میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو افضل ذکر اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ کلمات تمام صفات کمال کا جامع اور عظمت و کبریائی میں برتر ہیں۔ باطن کی تطہیر اور قلب کو ہر طرف سے موڑ کر اللہ تعالیٰ سے وابستہ کرنے میں سب سے زیادہ موثر ہیں۔ نیز اس کو دل کے یقین اور سچائی کے ساتھ اقرار و اعتراف کرنے کے باعث آدمی اسلام میں داخل ہو جاتا ہے اور جنت میں داخل ہونے کا حق دار بن جاتا ہے۔

سوال 4 دعا سے کیا مراد ہے؟

جواب: "دعا" کسی کم تر کا اپنے برتر سے کچھ مانگنا اور مانگنے پر اظہار عاجزی کرنا دعا کہلاتا ہے۔ دعا سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قادر مطلق مانتے ہوئے اس کی بارگاہ میں التجا کرنا اور درخواست پیش کرنا۔ دعا حصول مقصد کا ایک وسیلہ ہے یعنی بندہ جس طرح اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کے لیے دوسری محنتیں اور کوششیں کرتا ہے اسی طرح کی ایک کوشش دعا بھی ہے۔

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے جواب پر " ✓ " کا نشان لگائیں:

جواب: صفحہ 54 پر کثیر الانتخابی سوالات کے سوال نمبر 1 تا 3 ملاحظہ کیجیے۔

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

ب (۲) حدیث ۶ تا ۱۰

حدیث نمبر: ۶

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث: ۲۲۴)

ترجمہ: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

تشریح: علم کی تعریف مختلف انداز میں بیان کی گئی ہے۔ مشہور ماہر تعلیم جان لاک کا کہنا ہے کہ تعلیم کا بنیادی مقصد ڈسپلن ہے، روسو نے نعرہ دیا کہ تعلیم برائیوں سے بچانے کا نام ہے، کارل مارکس نے تعلیم کو بنیاد کہا ہے مگر اسلام نے علم کے تمام پہلوؤں سے انسان کی ذہنی وفکری اخلاق وہ علمی تربیت کو علم کا مقصد قرار دیا ہے۔ علم کے معنی مختصراً یہ ہے کہ علم نام ہے ارض وسماء کی پوشیدہ قوتوں سے واقفیت کا۔ اس حدیث میں علم کی اہمیت وفضیلت بتائی گئی ہے۔ موجودہ دور میں ہر قسم کی معلومات جاننے اور ہر طرح کے علوم وفنون کے بارے میں دسترس رکھنے کو "علم" سے تعبیر کیا جاتا ہے البتہ ابتدائے اسلام میں "علم" سے خاص طور پر قرآن وحدیث کا علم مراد لیا جاتا تھا' جس کے ذریعے اپنے خالق ومالک کا قرب حاصل ہوسکے اور ہر اچھے اور برے کی پہچان ہوسکے تاکہ اعمال صالح کے بجالانے کی کوشش کی جائے اور اس معاصی سے اجتناب کیا جاسکے۔

اگرچہ ہر معاشرے اور مذہب نے تعلیم کے حصول پر زور دیا ہے۔ لیکن اسلام کا آغاز ہی تعلیم سے ہوا۔ رسول اکرم ﷺ پر پہلی وحی کا پہلا لفظ اقراء یعنی پڑھ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ اہل علم کے لیے اس (قرآن) میں یقیناً بڑی بڑی نشانیاں ہیں (سورۃ الروم آیت: ۲۲)۔ ایک دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: کیا اہل علم اور جاہل برابر ہیں؟ یعنی دونوں برابر نہیں ہوسکتے (سورۃ الزمر آیت: ۹)۔ ایک اور جگہ ہادیٔ برحق صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

"جب کوئی طالب علم حصول علم کے لئے گھر سے نکلتا ہے تو فرشتے از راہ خوشنودی اس کے پاؤں کے نیچے اپنے پر بچھاتے ہیں۔" (ابوداؤد حدیث: ۳۶۴۱)

علم انسان کے ذہن کو جلا بخشتا ہے، اُسے اچھے اور برے کی تمیز سکھاتا ہے۔ اسے دنیاوی اور اُخروی زندگی کی کامیابی کی راہ دکھاتا ہے۔ انسان اس وقت تک اپنے مقام اور رب العزت کی طرف سے عائد کردہ فرائض کو جان نہیں سکتا جب تک وہ علم کے حصول کی کوشش نہ کرے۔ علم انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ علم کے بغیر ایک انسان محض حیوان ہے۔ علم ہی ایک ایسی صفت ہے جو انسان کو دوسری مخلوق سے ممتاز کرتی ہے۔ اگر ہم نے دوبارہ اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرنا ہے تو ہمیں علمی اور عملی میدان میں سخت محنت اور کوشش کرنا ہوگی اور اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس میدان میں آگے بڑھنا ہوگا۔ ورنہ طوق غلامی ہماری گردن میں ہمیشہ برقرار رہے گا۔ علم کے بغیر انسان نہ تو دنیا میں ترقی کرسکتا ہے اور نہ ہی اپنے پروردگار کا قرب حاصل کرسکتا ہے۔ اپنے فرائض اور دوسروں کے حقوق کو جاننے کے لئے بھی علم بہت ضروری ہے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر رسول اکرم ﷺ نے اس حدیث مبارکہ میں علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر لازمی قرار دیا ہے۔ علم سے ہی اچھائی اور برائی، نیکی اور گناہ کا تصور اجاگر ہوتا ہے۔ وہ آخرت کے تصور سے گناہوں سے بچتا ہے اور رب العزت کی عدالت میں سرخرو ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کی کوشش کرتا ہے۔

علم کی دو حیثیتیں ہیں:

(۱) **فرض عین:** ہر آدمی چاہے مرد ہو یا عورت کو اتنا علم سیکھنا ہے' جس کے ذریعہ وہ عقیدہ کی ضروری باتیں' حلال وحرام' پاک وناپاک اور اپنی ذمہ داری کی پہچان کرسکے۔

(۲) **فرض کفایہ:** دین کا مکمل علم حاصل کرنا اور دنیاوی علوم وفنون کا حصول فرض کفایہ ہے۔ چنانچہ اس حدیث میں انفرادی اور اجتماعی طور پر علم کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ اس میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شامل ہیں تاکہ وہ آئندہ کے نسلوں کی تربیت اسلامی خطوط پر کریں تاکہ اسلام کا مطلوب صالح معاشرہ تشکیل پاسکے۔

Perfect24u.com

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

قرآن مجید میں سورۃ طٰہٰ میں اللہ رب العزت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تاکید کرتے ہیں کہ دعا کیجئے اے میرے رب میرے علم میں اضافہ کر۔ اس سے ہمیں علم کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

غذا جسم کی ضرورت ہے اور علم روح کی، دنیا اور آخرت کی کامیابی بغیر علم کے ممکن نہیں۔ ہم ہر حال میں علم حاصل کو اپنا مشن بنائیں۔ لہٰذا ہمیں علم حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ اس کے ذریعہ مفید اشیاء کو حاصل کریں اور مضر چیزوں سے اجتناب کریں تاکہ فلاح دارین حاصل کرسکیں۔

حدیث نمبر: ۷

اَلصَّلَاۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ۔ (الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتھرۃ للسیوطی:۲۸۰)

ترجمہ: نماز دین کا ستون ہے۔

تشریح: صلوٰۃ کے لفظی معنی دعا کے ہیں اور اصطلاع شریعت میں نماز عبادت میں سے اہم ترین رکن ہے۔ جو امیر و غریب، بوڑھے، جوان، مرد و عورت، بیمار و تندرست پر فرض ہے۔ نماز کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں نماز قائم کرنے کی خاص تلقین کی گئی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (سورۃ ابراہیم، آیت: ۳۱)

اے پیغمبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ان بندوں سے کہہ دیجئے جو ایمان لائے ہیں کہ وہ نماز قائم کریں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ (سورۃ البقرۃ، آیت: ۴۳)

اور تم قائم کرو نماز، اور ادا کرو زکوٰۃ، اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔

اس حدیث مبارکہ میں دین کو ایک عمارت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جس کا ستون نماز ہے۔ بغیر ستونوں کے عمارت قائم نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح بغیر نماز کے دین کی عمارت کو قائم نہیں رکھا جاسکتا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَوَّلُ مَا یُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ الصَّلٰوۃُ (سنن ترمذی، حدیث: ۴۱۳)

"سب سے پہلے بندہ سے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے۔"

معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو وصیت کی کہ

"فرض نماز جان بوجھ کر نہ چھوڑنا جو شخص فرض نماز جان بوجھ کر چھوڑ دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حفظ و امان سے نکل جاتا ہے"۔ (مسند احمد)

نماز کی اس قدر اہمیت ہے کہ قرآن مجید میں سات سو سے زیادہ مرتبہ اس کی تاکید آئی ہے۔ نماز انسان کو بدی اور بے حیائی سے روکتی ہے۔ نمازی کا جسم اور لباس پاک رہتا ہے۔ جسم اور لباس کی طہارت کے ساتھ ساتھ خیالات بھی پاکیزہ ہوجاتے ہیں نماز سے خوفِ خدا پیدا ہوتا ہے۔ نمازی کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ رب العزت اسے دیکھ رہا ہے۔

Perfect24u.com

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

اس حدیث میں نماز کی فضیلت واہمیت بیان کی گئی ہے اور نماز کو دین کا ستون قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں "اَلصَّلٰوۃُ" کا لفظ "درود شریف" اور "نماز پڑھنے" کے لیے استعمال ہوا ہے' تاہم نماز کے معنی میں سب سے زیادہ آیا ہے' ہر عاقل بالغ' مسلمان مرد اور عورت پر پانچ وقت کی نماز ادا کرنا فرض ہے۔ نماز کے ذریعہ بندہ کا تعلق اور رابطہ اللہ تعالیٰ سے قائم رہتا ہے۔ نماز ہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب اس کی رحمت ورضا حاصل ہوتی ہے' جو نماز ترک کرتا ہے اس کا رابطہ اور تعلق کمزور ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم نے کئی جگہ اس کے اہتمام کا حکم دیا ہے مثلاً نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ (البقرہ:۴۳)

حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے۔ ۱۔ توحید ورسالت کی گواہی ۲۔ نماز قائم کرنا ۳۔ زکوٰۃ ادا کرنا ۔ روزے رکھنا اور ۵۔ بیت اللہ کا حج کرنا۔ (متفق علیہ) لہٰذا ہمیں پانچ وقت نماز کو اہتمام کے ساتھ خشوع وخضوع سے ادا کرنا چاہیے تاکہ ہمارا اللہ تعالیٰ سے تعلق اور رابطہ مضبوط اور قرب ورحمت خداوندی حاصل ہو۔

حدیث نمبر: ۸

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۳۸)

ترجمہ: جس نے رمضان کے روزے ایمان اور ثواب کا کام سمجھ کر رکھے (اس کے سبب) اس کے پچھلے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

تشریح: لغت میں صوم کے معنی باز رہنے اور رُک جانے کے ہیں۔ شریعت میں عبادت کی نیت سے طلوع صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور عمل زوجیت سے اپنے آپ کو روکنے کا نام روزہ ہے۔ ہر عاقل، بالغ مسلمان پر روزہ فرض کیا گیا ہے۔ روزے قمری سال کے نویں مہینے یعنی رمضان میں رکھے جاتے ہیں۔ روزہ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۸۵)

پس جو تم میں سے یہ مہینہ پائے اُسے چاہیے کہ روزے رکھے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا
كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۸۳)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو (مومنو)! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

حرام، ناجائز اور برے کاموں سے بچنے کا بہترین درس روزہ سے ملتا ہے۔ روزہ دار ہر قسم کی کثافتوں سے دور رہتا ہے۔ صرف کھانے پینے سے نہیں بلکہ ہر قسم کی ناپاک خواہشوں، گالی گلوچ، غیبت، جھوٹ، فریب، بغض، حسد اور ظلم و بے رحمی سے پرہیز کرتا ہے۔ روزہ سے اخلاق کی حفاظت، روح کی پاکیزگی اور تزکیہ نفس ہوتا ہے ہر عبادت میں ریا کاری اور نمائش ہو سکتی ہے۔ مگر روزہ صرف روزہ دار اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک عہد ہے جسے روزہ دار دل سے پورا کرتا ہے۔ اسے روزہ دار اور پروردگار کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

روزے کا یہ عظیم مقصد اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب روزہ پورے احساس وشعور کے ساتھ رکھا جائے اور تمام مکروہات سے اس کی حفاظت کی جائے۔ جن کے اثر

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

سے روزہ بے جان ہوجاتا ہے۔ حقیقی روزہ دراصل وہی ہے جس میں آدمی قلب و روح اور ذات باری تعالیٰ کی ودیعت کی ہوئی صلاحیتوں کو خدا کی نافرمانی سے بچائے اور نفس کی بری خواہش کو روند ڈالے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے۔

جو شخص روزہ رکھ کر بھی جھوٹ بولے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے باز نہ رہے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی حاجت نہیں۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۱۹۰۳)

نیز فرمایا جب تو روزہ رکھے تو لازم ہے کہ تو اپنے کانوں، اپنی آنکھوں، اپنی زبان، اپنے ہاتھ اور اپنے سارے اعضائے جسم کو اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ باتوں سے روکے رکھے۔
(صحیح الترغیب والترہیب، حدیث: ۱۰۸۴)

اس حدیث میں رمضان کے روزے فرض ہونا، رمضان کے روزوں کی اہمیت اور روزہ کا باعث مغفرت ہونا بیان کیا گیا ہے۔ رمضان کے روزے رکھنا اسلام کا اہم رکن ہے۔ جو سن دو ہجری میں فرض ہوا۔ رمضان کے مہینے میں ہر عاقل بالغ، مقیم اور تندرست آدمی پر روزے رکھنا فرض ہے۔ روزہ بہت بڑی عبادت ہے جس کے ذریعے تقویٰ پیدا ہوتی ہے۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: روزہ جہنم کی آگ سے ڈھال ہے۔ (سنن نسائی: ۲۲۳۰)
روزے رکھنے سے انسان کی صحت بہتر رہتی ہے اور دوسرے ضرورتمندوں کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

حدیث نمبر: ۹

رِبَاطُ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَّقِيَامِهٖ۔ (صحیح مسلم، حدیث: ۱۹۱۳)

ترجمہ: ایک دن یا ایک رات جہاد میں بسر کرنا ایک مہینے کے روزے اور نفلی عبادت سے بہتر ہے۔

تشریح: اس حدیث میں اسلامی ریاست کی سرحدوں کی حفاظت کرنے کی فضیلت و اہمیت بیان کی گئی ہے کہ مورچہ بند ہو کر ملکی سرحدوں کی حفاظت و نگرانی کرنا بھی جہاد شمار کیا گیا ہے اور ان تمام کاموں میں جو لوگ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے سرانجام دیتے ہیں، ایسے مجاہدین اور اسلامی ممالک کے جانبازوں کے لیے بڑا اجر و ثواب ہے، چنانچہ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ مورچہ بند اسلامی مجاہد اگر ایک دن یا ایک رات سرحدوں کا دفاع کرتے ہیں تو ان کو مہینہ بھر دن کے روزوں اور راتوں کے تہجد سے بہتر ثواب ملتا ہے۔
مسلمانوں کی حفاظت کی غرض سے ایک دن رات کی پہرے داری کرنا ایک ماہ کے روزوں اور اس کی راتوں کو عبادت کی غرض سے قیام کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔
جب مجاہد شہید ہوجاتا ہے تو اس کے عمل کا اجر لکھا جاتا رہتا ہے اور وہ منقطع نہیں ہوتا۔ اسی طرح اسے جنت سے رزق بھی دیا جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہوتا ہے اور اسے یہ عزت و شرف ملتا ہے کہ اس کے پاس فرشتے سوال و جواب کے لیے نہیں آتے۔ کیونکہ اس کی موت اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے آتی ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ سرحدوں پر پہرہ دینا جہاد فی سبیل اللہ ہی ہے کیونکہ اس سے مراد مسلمانوں کی کفار سے حفاظت کی غرض سے سرحدوں پر جمے رہنا ہے۔
لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد، وطن اور وطن کی سرحدوں کی حفاظت کے جذبے سے سرشار ہوں تاکہ اسلام، ملک اور وطن پر کوئی میلی آنکھ سے نہ دیکھ سکے اور دین کا اعزاز بھی قائم رہے، اسی میں ہی فلاح دارین ہے۔

حدیث نمبر: ۱۰

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۸۹۳)

ترجمہ: تم سب نگران ہو اور تم سے تمہاری نگرانی میں موجود افراد اور رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

تشریح: اس دنیا میں ہر شخص پر کچھ نہ کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، جن کا وہ جواب دہ ہے۔ یہ ذمہ داریاں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی شکل میں بھی ہیں۔ ہر شخص چاہے وہ

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

گلہ بان ہو یا کسی گھر کا بزرگ، کسی محکمہ کا افسر ہو یا ایک معمولی چپراسی، کسی ملک کا حاکم ہو یا ایک بھکاری، عالم ہو یا جاہل، امیر ہو یا غریب ہر ایک گلہ بان ہے۔ تمام لوگوں سے جن کا وہ نگہبان ہے سوال کیا جائے گا کہ تم نے اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو کس حد تک پورا کیا۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ مصائب میں دوسروں کے کام آتے ہیں۔ اپنے عزیز و اقارب، ہمسایوں، غریبوں اور ناداروں کی ضروریات کا خیال رکھتے ہیں اور ان کی تکالیف کو اپنی تکلیف خیال کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی برے وقت میں ان کی مدد فرماتا ہے اور لوگ بھی ان کی مصیبت میں ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ خود غرضی اور مفاد پرستی معاشرہ کے لئے زہر قاتل ہے۔ اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ ہم سب نہ صرف اپنے اپنے اعمال بلکہ ان تمام کے اعمال، جن کا ہمارے اوپر حق ہے کہ ذمہ دار ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔

"تمام اہل ایمان کی مثال ایک جسم کی سی ہے اگر جسم کے کسی حصے کو تکلیف پہنچتی ہے تو پورا جسم دکھ اور درد سے بے چین ہو جاتا ہے"۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۶۰۱۱)

کسی بھی انسان کے لئے ذمہ داری اور نگہبانی جیسے فرض کو کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا۔ ماں باپ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں جواب دہ ہوں گے۔ اسی طرح کسی ادارے یا مملکت کا سربراہ بھی اپنے ماتحت لوگوں کے حقوق و فرائض کے لئے جواب دہ ہوگا۔ ہم سب پر لازم ہے کہ ہم اپنی ذمہ داری محنت اور لگن سے انجام دیں۔ اس حدیث میں ہر آدمی کو نگران قرار دیا گیا ہے۔ نگران ہر وہ آدمی ہے جس کو سماجی طور پر یا دنیاوی اعتبار سے کچھ امور کا ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے اور اس کے ماتحت رہنے والے محکوم افراد کو رعیت کہا جاتا ہے۔ نگران کے فرائض منصبی میں سے یہ ہے کہ وہ ان کی تربیت و اصلاح کا ذمہ دار ہے یعنی کہ ان میں سے ہر ایک کو ادب سکھائے اور ان کو ٹھیک حالت میں رکھے۔

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن ہر ایک آدمی اپنے اعمال کا حساب کتاب تو دے گا ہی لیکن اگر کسی کے پاس دنیا میں کوئی عہدہ یا منصب یا ذمہ داری تھی تو اس کے ماتحتوں کے بارے میں بھی اس سے باز پرس ہوگی چنانچہ بادشاہ سے اس کی پوری قوم کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ ان کے ساتھ انصاف کیا، ان کے حقوق پورے کیے، ان کے جان و مال کا تحفظ کیا یا نہیں، بیوی سے گھر کے متعلق، شوہر سے بیوی بچوں اور ان کی بہتر کفالت، تعلیم و تربیت کے متعلق، کوئی ملازم یا عہدیدار ہے تو اس سے متعلقہ امور کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔ استاد سے کلاس میں شاگردوں کے متعلق باز پرس ہوگی، پھر اس کے جواب کے مطابق اس معاملہ ہوگا۔ یہاں تک کہ ہر انسان سے اپنے اعضاء کے متعلق بھی پوچھا جائے گا کہ ان کو کہاں پر استعمال کیا یا تو انعام کا حقدار ہوگا یا سزا کا۔ چنانچہ تمام لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ اپنے ماتحتوں اور معاشرے کے کمزور لوگوں کے حقوق اہتمام سے سرانجام دیں اور ان کے حقوق پر دست اندازی سے پرہیز کریں۔

Perfect24u.com

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

کثیر الانتخابی سوالات

مندرجہ ذیل سوالات کے جواب پر "✓" کا نشان لگائیں:

01 دین کا مکمل علم حاصل کرنا ہے:

(الف) فرض عین (ب) فرض کفایہ (ج) سنت (د) مستحب

02 حدیث میں "دین کا ستون" کہا گیا ہے:

(الف) روزہ کو (ب) زکوٰۃ کو (ج) حج کو (د) نماز کو

03 حدیث میں جہنم کی آگ سے ڈھال قرار دیا گیا ہے:

(الف) نماز کو (ب) زکوٰۃ کو (ج) روزہ کو (د) حج کو

04 دین کا اتنا علم سیکھنا جس سے ایک مرد یا عورت عقیدہ کی ضروری باتیں، حلال و حرام، پاک و ناپاک اور اپنی ذمہ داریوں کو پہچان سکے، ہے:

(الف) فرض عین (ب) فرض کفایہ (ج) سنت (د) مستحب

05 قرآن مجید میں "اَلصَّلٰوۃ" کا لفظ استعمال ہوا ہے:

(الف) درود شریف کے لئے (ب) نماز پڑھنے کے لئے (ج) روزے کے لئے (د) الف اور ب دونوں کے لئے

06 ہر عاقل، بالغ، مسلمان مرد و عورت پر پانچ وقت کی نماز ادا کرنا ہے:

(الف) سنت (ب) فرض (ج) نفل (د) مستحب

07 آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد ہے:

(الف) دو باتوں پر (ب) تین باتوں پر (ج) پانچ باتوں پر (د) سات باتوں پر

08 رمضان کے روزے رکھنا فرض ہوا:

(الف) دو ہجری میں (ب) تین ہجری میں (ج) چار ہجری میں (د) پانچ ہجری میں

09 ایک دن یا ایک رات جہاد میں بسر کرنا اتنے روزے اور نفلی عبادتوں سے بہتر ہے:

(الف) ایک ہفتہ (ب) ایک مہینہ (ج) تین مہینے (د) ایک سال

10 عِمَادٌ کا مطلب ہے:

(الف) سیڑھی (ب) پُل (ج) بنیاد (د) ستون

11 حدیث کے مطابق نماز دین کا ہے:

(الف) جز (ب) ستون (ج) رکن (د) مغز

12 تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک جوابدہ ہے اس کے بارے میں:

(الف) نماز (ب) روزے (ج) رعیت (د) اعمال

Perfect24u.com

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

جوابات

1.	(ب)	3.	(ج)	5.	(د)	7.	(ج)	9.	(ب)	11.	(ب)
2.	(د)	4.	(الف)	6.	(ب)	8.	(الف)	10.	(د)	12.	(ج)

درسی کتاب کی مشق کا حل

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کیجئے:

سوال 1 مندرجہ ذیل احادیث میں سے کسی بھی ایک حدیث کا ترجمہ وتشریح تحریر کریں۔

- طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ

جواب: صفحہ 57 پر حدیث نمبر 6 کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔

- اَلصَّلٰوةُ عِمَادُ الدِّيْنِ

جواب: صفحہ 58 پر حدیث نمبر 7 کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔

سوال 2 كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ کی تشریح تحریر کریں۔

جواب: صفحہ 61 پر حدیث نمبر 10 کی تشریح ملاحظہ کیجئے۔

سوال 3 حدیث رِبَاطُ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ کی روشنی میں وطن کے سرحدوں کی حفاظت کی فضیلت واہمیت بیان کریں۔

جواب: صفحہ 60 پر حدیث نمبر 9 کی تشریح ملاحظہ کیجئے۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

سوال 1 علم کی دو حیثیتیں کون سی ہیں؟ تحریر کریں۔

جواب: علم کی دو حیثیتیں ہیں:

(ا) **فرض عین:** ہر آدمی چاہے مرد ہو یا عورت کو اتنا علم سیکھنا ہے جس کے ذریعہ وہ عقیدہ کی ضروری باتیں، حلال وحرام، پاک وناپاک اور اپنی ذمہ داری کی پہچان کر سکے۔

(۲) **فرض کفایہ:** دین کا مکمل عالم حاصل کرنا اور دنیاوی علوم وفنون کا حصول فرض کفایہ ہے۔ چنانچہ اس حدیث میں انفرادی اور اجتماعی طور پر علم کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ اس میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شامل ہیں تا کہ وہ آئندہ کے نسلوں کی تربیت اسلامی خطوط پر کریں تا کہ اسلام کا مطلوب صالح معاشرہ تکمیل پا سکے۔

Perfect24u.com

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

سوال 2 اسلام کی بنیاد کن باتوں پر ہے؟

جواب: حضور اقدس صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا:
''اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے۔ ۱۔ توحید و رسالت کی گواہی ۲۔ نماز قائم کرنا ۳۔ زکوٰۃ ادا کرنا
۴۔ روزے رکھنا اور ۵۔ بیت اللہ کا حج کرنا۔

سوال 3 روزہ کی فضیلت کے متعلق کوئی ایک حدیث تحریر کریں۔

جواب: حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: روزہ جہنم کی آگ سے ڈھال ہے۔ (سنن نسائی: ۲۲۳۲)

سوال 4 روزہ کن لوگوں پر فرض ہے؟ بیان کریں۔

جواب: رمضان کے مہینے میں ہر عاقل بالغ، مقیم اور تندرست آدمی پر روزے رکھنا فرض ہے۔

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے جواب پر " ✓ " کا نشان لگائیں:

جواب: صفحہ 62 پر "کثیر الانتخابی سوالات" کے سوال نمبر 1 تا 3 ملاحظہ کیجیے۔

Perfect24u.com

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

ب (۳) حدیث ۱۱ تا ۱۵

حدیث نمبر: ۱۱

أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا۔ (سنن ابی داؤد، حدیث: ۴۶۸۲)

ترجمہ: تم میں سے مکمل ایمان والے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق دوسروں سے اچھے ہیں۔

تشریح: اس حدیث میں اچھے اخلاق کی فضیلت واہمیت بیان کی گئی ہے۔"اچھے اخلاق" کو کمال ایمان کی شرط بتایا گیا ہے'ایمان واخلاق کے گہرے تعلق کو واضح کیا گیا ہے۔

حسن اخلاق: زندگی گزارنے میں دین کے اصول وضوابط کو بجالانا' اوروں کو تکلیف دینے کے بجائے ان سے اچھا برتاؤ کرنا' خندہ پیشانی سے پیش آنا اور ان کی مالی مدد کرتے ہوئے اپنی ذمہ داریاں خوش اسلوبی سے سرانجام دیں تو یہ "حسن اخلاق" کہلاتا ہے۔

لغت میں ایمان کے معنی یقین کرنا اور شریعت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی باتوں پر یقین رکھنا اور دل سے تسلیم کرنا ایمان کہلاتا ہے۔مومن وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین پر دل سے ایمان لائے اور زبان سے اقرار کرے۔

ایمان کا تقاضہ ہے کہ انسان جسے مانتا ہے اور جس کی صداقت کا زبان سے اقرار کرتا ہے، اس پر عمل کرے۔اخلاقیات کے سلسلے میں اسلام نے جس قدر زور دیا ہے وہ سب پر ظاہر ہے۔اگر ایک مومن اخلاقی لحاظ سے برا ہے تو اس کا ایمان کس کام کا؟ مومن کہلانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اخلاق حسنہ سے آراستہ ہوگا۔اسلام اعتقادات وعبادات کے ساتھ ساتھ اخلاق حسنہ کو بڑی اہمیت دیتا ہے۔کیونکہ اعتقادات وعبادات کا تعلق تو زیادہ تر حقوق اللہ سے ہے۔مگر اخلاق حسنہ کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ (سورۃ القلم، آیت: ۴)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے شک آپ اخلاق کے بلند درجے پر فائز ہیں۔

قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ (سورۃ آل عمران، آیت: ۱۵۹)

پس اللہ کی رحمت (ہی) سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انکے لئے نرم دل ہیں، اور اگر تند خو، سخت دل ہوتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے منتشر ہو جاتے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہوتا ہے:

"مخلوق کے اعمال میں دو چیزیں بے مثل ہیں، زیادہ خاموش رہنے کی عادت اور اخلاق حسنہ۔"

Perfect24u.com

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

پھر ارشاد ہوتا ہے:

"بے شک میں اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں۔" (موطا امام مالک)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہوتا ہے:

"تم مجھے زبان کی ضمانت دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔" (صحیح بخاری)

خوش اخلاقی ایک اعلیٰ صفت ہے جبکہ درشت مزاجی ایک سخت ناپسندیدہ صفت ہے۔ خوش اخلاقی سے انسان دوسرے کا دل موہ لیتا ہے۔ جب کہ بدزبانی سے اپنے بھی پرائے ہوجاتے ہیں۔ داناؤں کا کہنا ہے کہ تلوار کا زخم بھر جاتا ہے لیکن زبان کا زخم کبھی نہیں بھرتا۔

حسنِ اخلاق کو اسلام میں بڑی اہمیت حاصل ہے چنانچہ حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ ہیں جو اچھے اخلاق والے ہیں۔'' (مسند احمد، حدیث: ۷۰۳۵) بسا اوقات آدمی نفلی عبادات کے اعتبار سے سست لگتا ہے تاہم اللہ تعالیٰ کے یہاں ''حسنِ اخلاق'' کے بدلے بلند مرتبہ پالیتا ہے۔

حدیث نمبر: ۱۲

خَيْرُ النَّاسِ اَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ۔ (الجامع الکبیر للسیوطی، ح: ۱۱۶۰۰)

ترجمہ: بہترین انسان وہ ہے جو انسانوں کو زیادہ نفع پہنچائے۔

تشریح: اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ ''لوگوں کے لیے نفع بخش ہونا'' آدمی کے بہتر ہونے کے لیے ضروری ہے۔ انسان کی بہتری کا دارومدار لوگوں کے نفع مند ہونے پر موقوف ہے۔ اس حدیث میں حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے ایسے آدمی کو پسندیدہ بندہ شمار کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق انسانوں، چرند، پرند، حشرات اور ہر ایک کو نفع پہنچائے، ان کو تکلیف نہ پہنچائے بلکہ اپنی طرف سے ان کو حتی الامکان نفع پہنچائے، ان کے کھانے پینے اور دیگر سہولتوں کا انتظام کرے۔ اس مذکورہ حدیث میں سب سے اچھے انسان ہونے کی علامت بتائی گئی ہے کہ ''سب سے اچھا شخص وہ ہے جو دوسرے لوگوں (چاہے مسلم ہوں یا غیر مسلم) کے لئے فائدہ مند ہو۔'' یہ صفات ہر انسان کی فطرت میں ودیعت کی گئی ہیں کہ وہ اپنی ضروریات پوری کرنے، اپنی ذات کو آرام پہنچانے، اپنا فائدہ تلاش کرنے میں لگا رہتا ہے۔ یہ صفت تو جانوروں میں بھی پائی جاتی ہے۔ حیوان بھی اپنی روزی، اپنی ضروریات پوری کرنے کی فکر میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔ بس فرق صرف یہ ہے کہ وہ حلال و حرام اور اپنے پرائے میں امتیاز نہیں کرتے۔ جب کہ صحیح معنوں میں انسان وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے۔ دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہو۔ اور انہیں خوش رکھنے کی کوشش کرے۔ جو جتنی مخلوق خدا کی خدمت کرے گا۔ اسی قدر اس کی انسانیت کا درجہ بلند ہوتا جائے گا اور جس کی ذات سے دوسروں کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچے گا۔ وہ سب انسانوں سے بہتر ہی ہوگا۔

اسلام کے نظام اخلاق میں خدمت خلق کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ وہ ساری مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا کنبہ قرار دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ الخلق عیال اللہ یعنی ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ ایک کنبہ کے افراد میں تعاون، خیرخواہی اور باہمی خدمت کا جذبہ پیدا ہونا ضروری ہے۔ خدمت خلق کا جذبہ رحم سے پیدا ہوتا ہے۔ رحم کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"رحم کرنے والوں پر خدا رحم کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔" (سنن ابوداود، حدیث: ۴۹۴۱)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہوتا ہے۔

"تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا، جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔" (صحیح بخاری، حدیث: ۱۳)

پھر ارشاد ہوتا ہے۔

"دین خیر خواہی کا نام ہے۔ پوچھا کہ کس کی خیر خواہی؟ (صحیح مسلم، حدیث: ۵۵)

Perfect24u.com

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

فرمایا

"اللہ،اس کی کتاب،اس کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کے حکام اور عوام کی خیر خواہی۔" (صحیح مسلم)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے۔

"جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرے گا اور جو کسی مسلمان کی مصیبت دور کرے، اللہ تعالیٰ قیامت کی مشکلات میں اس کی مصیبت دور کرے گا۔" (صحیح بخاری،حدیث: ۲۴۴۲)

اس لئے سب سے افضل اور بہترین انسان وہ ہے جس سے سب سے زیادہ لوگوں کو فائدہ پہنچے۔

حدیث نمبر: ۱۳

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا، وَيُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا۔ (سنن الترمذی،حدیث: ۱۹۱۹)

ترجمہ: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت و تکریم نہ کرے۔

تشریح: اس حدیث میں بزرگوں کی تعظیم اور چھوٹوں پر رحم کرنے کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ اسلام نے انسانوں کو بے حد عزت و اکرام بخشا ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

ترجمہ: اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی ہے۔ (سورۃ الاسراء: ۷۰)

اس حدیث میں آداب معاشرت کا ایک زریں اصول سمجھایا گیا ہے کہ چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کا ادب کیا جائے۔ حضور اکرم ﷺ خود بھی بچوں سے بے حد پیار کرتے تھے اور بڑی عمر کے لوگوں کی عزت کو ملحوظ خاطر رکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشاد کے ذریعے اس شخص کو اپنی امت سے خارج کر دیا ہے۔ یعنی وہ شخص اس لائق نہیں کہ اس عظیم امت کا فرد کہلائے جو بڑوں کی عزت نہیں کرتا اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت سے پیش نہیں آتا۔ بڑا خواہ عمر میں ہو یا رشتہ میں، علم میں ہو یا نیکی اور بزرگی میں ان کی تعظیم کرنی چاہیے۔

آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر کائنات میں اور کون ہے؟ حضور اکرم ﷺ کی مجلس میں جب کسی قوم کا سردار آتا، آپ اس کی عزت کرتے اور اسے اس کے مقام و مرتبہ کے مطابق جگہ عطا فرماتے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ۔

جب تمہارے پاس کسی قوم کا بزرگ یا بڑا آدمی آئے تو اس کی توقیر کرو، یعنی اس کے مرتبہ اور مقام کا خیال رکھو۔

اسی طرح حضور اکرم ﷺ بچوں کے ساتھ شفقت سے پیش آتے ان سے آپ ﷺ کی شفقت و محبت مثالی ہوتی تھی۔ آپ ﷺ بچوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ مختلف احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ بچوں کو گود میں اٹھا لیتے، انہیں بوسہ دیتے سواری کے وقت اپنے پیچھے بٹھا لیتے، اگر گلی میں گزرتے وقت بچے آپ ﷺ کے دامن مبارک سے لپٹ جاتے تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے اور ان سے پیار کرتے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اپنے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مدینہ منورہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ سامنے سے ایک بوڑھا آدمی نکلا، آپ ﷺ اسے دیکھ کر رک گئے اور اس وقت تک انتظار کیا جب وہ دوسری گلی میں مڑ گیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضور وہ تو یہودی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا، کوئی ہو بوڑھے کا احترام کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی سب سے عظیم صفت رحم کرنا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے محسن انسانیت اور رحمت اللعالمین ہونے کے ناطے اس حدیث مبارکہ میں چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کی عزت و تکریم پر زور دیا ہے۔

تمام مومنوں کو آپس میں بھائی بھائی کہا گیا ہے' رشتہ داروں' پڑوسیوں' دوستوں اور مسافروں سے اچھا سلوک کرنے کی تاکید کی گئی ہے نیز اللہ تعالیٰ مومنوں کو دوسرے لوگوں سے نیکی اور حسن معاشرت کے اہتمام کرنے کا حکم دیتا ہے تاکہ ایک پرامن اور صالح معاشرہ تشکیل پائے۔ بالخصوص چھوٹے بچوں سے محبت کرنا' ان سے محبت و شفقت سے پیش آنا' ان کے حقوق ادا کرنا' ساتھ ہی بزرگوں کی تعظیم اور توقیر بجالانا۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ روزمرہ کی زندگی میں ہمہ وقت دوسرے لوگوں سے نیکی اور حسن معاشرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بچوں پر رحمت و شفقت اور بزرگوں کی تعظیم و توقیر کریں۔

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

حدیث نمبر: ۱۴

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ۔ (سنن ابی داؤد، حدیث: ۳۵۷۷)

ترجمہ: رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت کی ہے۔

تشریح: اس حدیث میں راشی (رشوت دینے والا)، مرتشی (رشوت لینے والا) اور رشوت کی مذمت بیان کی گئی ہے اور ایک دوسری حدیث میں ان دونوں کے درمیان ترجمانی کرنے والے پر بھی لعنت کی گئی ہے۔ (مسند احمد: ۲۲۳۹۱)

رشوت: ہر وہ رقم یا عوض ہے جس کے ذریعہ کسی کا حق مارا جائے یا وہ رقم کسی ظلم کے عوض سے لی جائے' ناجائز نذرانہ وغیرہ۔ رشوت لینا اور دینا گناہِ کبیرہ میں سے ہے۔ رشوت کا سلسلہ اسی وقت کسی قسم میں عام ہوجاتا ہے' جب عدل و انصاف اور مروت ختم ہوجائے اور انسانوں کے جائز حقوق ملنے کی راہ میں ظالم اہل کاروں کے ناجائز مطالبے حائل ہوجائیں' یا کمائی کے حصول میں کسی حقدار کا حق مارا جائے اور لوگوں کو ان کے حقوق و مراعات جائز طریقے سے نہ مل سکیں۔ اس لئے حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے رشوت لینے اور دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ (سنن نسائی: ۲۲۲۱)

رشوت لینا اور دینا ایک دوسرے سے لازم و ملزوم ہیں۔ رشوت اس وقت دی جاتی ہے جب کوئی ناجائز کام کروانا مقصود ہوتا ہے۔ اور رشوت اس وقت لی جاتی ہے جب کوئی ناجائز کام کیا جاتا ہے۔ جب رشوت لی اور دی جائے گی تو انصاف نہ ہوگا۔ اور جب انصاف نہیں ہوگا تو معاشرہ بدنظمی کا شکار ہوجائے گا۔ رشوت ایک اخلاقی جرم ہے جس قوم میں رشوت کا دور دورہ ہوگا وہ کبھی ترقی نہیں کرسکتی۔

انصاف ہر شخص کا بنیادی حق ہے اور اس حق کو تسلیم کئے بغیر کوئی معاشرہ مثالی نہیں کہلا سکتا۔ اسلام قانون کی بالادستی اور اللہ کے قانون کے سامنے افراد و معاشرہ کی مساوات کا قائل ہے۔ اسلامی قانون کی نظر میں امیر و غریب، ادنیٰ و اعلیٰ، چھوٹے اور بڑے کی کوئی تمیز نہیں ہے۔ حد تو یہ ہے کہ خود رسول اکرم ﷺ بھی اپنے آپ کو قانونِ الٰہی سے بالاتر نہیں سمجھتے بلکہ تمام احکام کی پابندی فرماتے ہیں۔ ہادیٔ برحق ﷺ کا ارشاد ہے: "جس بندے کو اللہ نے رعایا کا حکمران بنایا اور اس نے اس کے ساتھ پوری خیر خواہی نہ برتی، وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔" جائز کام اور محنت سے روزی کمانا اسلام ضروری قرار دیتا ہے۔ اسلام نجی دولت پر کوئی پابندی عائد نہیں کرتا۔ لیکن ناجائز ذرائع سے کمائی ہوئی دولت اور رشوت کو حلال نہیں سمجھتا۔ کیونکہ یہ معاشرتی بگاڑ اور ظلم کی ایک نہایت خراب صورت ہے۔ جس معاشرے میں انسانوں کے جائز حقوق کی راہ میں ظالم اہلکاروں کے ناجائز مطالبے حائل ہوجائیں، وہاں امن و سکون کس طرح قائم رہ سکتا ہے۔ اس لئے اس برائی میں مبتلا افراد جہنم کی آگ کا ایندھن ہیں۔

حدیث نمبر: ۱۵

اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى۔ (سنن ابی داؤد، حدیث: ۱۶۴۵)

ترجمہ: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

تشریح: اس حدیث میں فی سبیل اللہ دینے والے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حدیث میں اَلْيَدُ الْعُلْيَا سے مراد دینے والا ہاتھ ہے اور اَلْيَدِ السُّفْلٰى سے مراد لینے والا ہاتھ ہے۔ ضرورتمندوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے جو کچھ آدمی خرچ کرتا ہے اس کو "صدقہ"، "خیرات" اور "انفاق فی سبیل اللہ" کہا جاتا ہے۔ یہ بہت بڑی عبادت ہے۔ اوپر والا ہاتھ جو ضرورت مندوں کو ضرورت کی چیزیں مہیا کرتا ہے' جو سخاوت کرتا ہے' وہ نیچے والے ہاتھ سے اچھا ہے۔ اور اس کا مقام بہت اونچا اور بلند ہے اس ہاتھ سے جس ہاتھ کے ذریعہ دوسروں سے سوال کیا جائے' اپنی حاجتیں مانگی جائیں' وہ نچلا ہاتھ اور ذلت کا باعث ہے لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم کو جہاں تک ہوسکے سخاوت کرنے والے' دوسروں کو دینے اور دوسروں کے کام آنے والا بنیں' نہ گداگر اور دوسرے لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے والے سائل بنیں جو کہ ایک گھٹیا بات ہے' اور کسی شخص پر بار بن کر زندگی نہ گزاریں ایسے کاموں سے بچیں تاکہ فلاحِ دارین حاصل کرسکیں۔

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مال مانگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیا، میں نے پھر مانگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دیا، میں نے پھر مانگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دیا، پھر فرمایا: "اے حکیم! یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے۔ پس جس نے اسے دلی سخاوت کے ساتھ لیا، اس کے لیے اس میں برکت ڈال دی جاتی ہے اور جس نے اسے دل کے لالچ کے ساتھ لیا، اس کے لیے اس میں برکت نہیں ڈالی جاتی اور وہ اس شخص کی مانند ہوتا ہے، جو کھاتا تو ہے، لیکن سیر نہیں ہوتا۔ اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے"۔ حکیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس پر میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں آپ کے بعد کسی سے کچھ نہیں مانگوں گا، یہاں تک کہ دنیا کو چھوڑ جاؤں۔ چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حکیم رضی اللہ عنہ کو کوئی شے دینے کے لیے بلاتے، تو وہ لینے سے انکار کر دیتے تھے۔ بعد ازاں عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو دینے کے لیے بلایا، لیکن انھوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے مسلمانو! میں حکیم کے معاملے میں تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ اس مال سے میں اللہ کی طرف سے ان کا جو مقررہ حق ہے، میں نے اسے ان کے سامنے پیش کیا، لیکن انھوں نے اسے لینے سے انکار کر دیا۔ تا وقت وفات حکیم رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سے کسی سے کچھ نہ مانگا۔

کثیر الانتخابی سوالات

مندرجہ ذیل سوالات کے جواب پر "✓" کا نشان لگائیں:

01 حدیث میں جو انسانوں کو زیادہ نفع پہنچائے اُس کو کہا گیا ہے:

(الف) افضل الناس　(ب) اکرم الناس　(ج) خیر الناس　(د) احب الناس

02 حدیث میں لعنت کا مستحق قرار دیا گیا ہے:

(الف) چغل خور کو　(ب) غیبت کرنے والے کو　(ج) بہتان لگانے والے کو　(د) رشوت لینے والے کو

03 حدیث میں "اوپر والے ہاتھ کو بہتر کہا گیا ہے، کیونکہ وہ:

(الف) دینے والا ہے　(ب) لینے والا ہے　(ج) سوال کرنے والا ہے　(د) بخل کرنے والا ہے

04 حدیث کے مطابق مکمل ایمان والے وہ ہیں جن کے:

(الف) پاس علم ہو　(ب) اخلاق اچھے ہوں　(ج) پاس دولت ہو　(د) قرآن کا علم ہو

05 آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو:

(الف) علم والے ہوں　(ب) عبادت گذار ہوں　(ج) اچھے اخلاق والے ہوں　(د) سخی ہوں

06 ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ان لوگوں پر لعنت کی ہے:

(الف) جھوٹ بولنے والوں پر　(ب) غیبت کرنے والوں پر　(ج) منافقوں پر　(د) رشوت لینے اور دینے والوں پر

07 اَلْیَدُ الْعُلْیَا سے مراد ہے:

(الف) دینے والا ہاتھ　(ب) لینے والا ہاتھ　(ج) بھیک مانگنے والا ہاتھ　(د) ظالم کا ہاتھ

08 اَلْیَدُ السُّفْلٰی سے مراد ہے:

(الف) دینے والا ہاتھ　(ب) لینے والا ہاتھ　(ج) چور کا ہاتھ　(د) ظالم کا ہاتھ

Perfect24u.com

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

09 ضرورتمندوں کی ضرورتوں کو پوری کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے جو کچھ آدمی خرچ کرتا ہے، کہلاتا ہے:

(الف) صدقہ و خیرات (ب) انفاق فی سبیل اللہ (ج) الف و ب دونوں (د) ان میں کوئی نہیں

10 حدیث کے مطابق چھوٹوں پر کرنا چاہیے:

(الف) رحم (ب) شفقت (ج) پیار (د) الفت

11 حدیث کے مطابق بڑوں کا/کی کرنا چاہیے:

(الف) خیال (ب) عزت و تکریم (ج) خدمت (د) دیکھ بھال

12 الرّاشی کا مطلب ہے:

(الف) رشوت لینے والا (ب) رشوت دینے والا (ج) یہ دونوں (د) ان میں سے کوئی نہیں

13 المرتشی کا مطلب ہے:

(الف) رشوت لینے والا (ب) رشوت دینے والا (ج) یہ دونوں (د) ان میں سے کوئی نہیں

14 حدیث کے مطابق مومنوں میں کامل ترین ایمان والا وہ ہے جو ان میں سے سب سے اچھا ہو:

(الف) تعلیم کے لحاظ سے (ب) صحت کے لحاظ سے (ج) اخلاق کے لحاظ سے (د) عبادت کے لحاظ سے

جوابات

1.	(ج)	3.	(الف)	5.	(ج)	7.	(الف)	9.	(ج)	11.	(ب)	13.	(الف)
2.	(د)	4.	(ب)	6.	(د)	8.	(ب)	10.	(الف)	12.	(ب)	14.	(ج)

درسی کتاب کی مشق کا حل

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کیجئے:

سوال 1 مندرجہ ذیل احادیث میں سے کسی بھی دو احادیث کا ترجمہ و تشریح تحریر کریں۔

- أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا۔

جواب: صفحہ 65 پر حدیث نمبر 11 کا ترجمہ و تشریح ملاحظہ کیجئے۔

- خَيْرُ النَّاسِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ۔

جواب: صفحہ 66 پر حدیث نمبر 12 کا ترجمہ و تشریح ملاحظہ کیجئے۔

- اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى۔

جواب: صفحہ 68 پر حدیث نمبر 15 کا ترجمہ و تشریح ملاحظہ کیجئے۔

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

سوال 2 "رشوت" کے نقصانات پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

جواب: رشوت معاشرے کے لئے ایک مہلک مرض بلکہ زہر قاتل ہے، جو کسی معاشرے کے پورے نظام کو کھوکھلا اور تباہ کر دیتا ہے۔ رشوت ظالم کی مدد کرتی ہے اور مظلوم کو جبر و ظلم برداشت کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ رشوت ہی کے ذریعہ گواہ، وکیل اور حاکم، حق کو ناحق اور ناحق کو حق ثابت کرتے ہیں۔

رشوت کی شرعی تعریف یہ ہے کہ جس چیز کا معاوضہ لینا شرعاً درست نہ ہو اس کا معاوضہ لیا جائے ،مثلاً: جو کام کسی شخص کے فرائض میں داخل ہے، اور اس کا پورا کرنا اس کے ذمہ لازم ہے، اس پر کسی شخص سے معاوضہ لینا، جیسے: حکومت کے افسر اور کلرک جو سرکاری ملازمت کی رو سے اپنے فرائض ادا کرنے کے ذمہ دار ہیں، وہ صاحب معاملہ سے کچھ لیں تو یہ رشوت ہے۔ (معارف القرآن، جلد سوم)

جس سفارش پر کوئی معاوضہ لیا جائے وہ رشوت ہے، اس میں ہر طرح کی رشوت داخل ہے، خواہ وہ مالی ہو یا کہ اس کا کام کرنے کے عوض اپنا کوئی کام اس سے لیا جائے۔ (معارف القرآن جلد دوم)

رشوت کی بدولت پورا معاشرہ بدامنی اور بے چینی کا جہنم بن جاتا ہے کیوں کہ کسی بھی ملک میں باشندوں کے امن و سکون کی سب سے بڑی ضمانت اس ملک کا قانون اور اس قانون کے محافظ ادارے ہی ہو سکتے ہیں لیکن جس جگہ رشوت کا بازار گرم ہو وہاں بہتر سے بہتر قانون بھی بالکل مفلوج اور ناکارہ ہو کر رہ جاتا ہے۔

ہم نے اگر کسی مجرم سے رشوت لے کر اسے قانون کی گرفت سے بچا لیا ہے تو درحقیقت ہم نے جرم کی اہمیت، قانون کے احترام اور سزا کی ہیبت کو دلوں سے نکالنے میں مدد دی ہے اور ان مجرموں کا حوصلہ بڑھایا ہے جو کل خود ہمارے گھر پر ڈاکہ ڈال سکتے ہیں۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ سرکاری کاموں کے سلسلے میں رشوت کے عام لین دین سے ہم نے سرکاری خزانے کو جو نقصان پہنچایا ہے اس کا بار کوئی حکمراں ہی نہیں اٹھائے گا، بلکہ اس کے نتائج زائد ٹیکسوں کی شکل میں ملک کے تمام باشندوں کو بھگتنے پڑیں گے جن میں ہم خود بھی داخل ہیں اس سے ملک میں گرانی بھی پیدا ہوگی، خزانہ بھی کمزور پڑے گا، ملک کے ترقیاتی کام بھی رکیں گے، اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی منزل بھی دور ہوگی، اور دوسری اقوام ہمیں بدستور لقمۂ تر سمجھتی رہیں گی۔

رشوت لینے والا پیسوں اور سٹیٹس کا پجاری بن جاتا ہے اور یہ چیز اس کی فطرت میں شامل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ اسے برا سمجھنے کی بجائے اپنا حق سمجھنے لگ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اصول و قوانین کے احکام کی نافرمانی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا باغی بن جاتا ہے اور دنیا کی رعنائیوں میں مگن ہو جاتا ہے۔

حرام کمانے اور حرام کھانے والوں کی نہ عبادت قبول ہوتی ہے نہ کوئی صدقہ خیرات اور نہ ہی کوئی نیکی قابل قبول ہے نہ ہی اس کی کوئی دعا سنی جاتی ہے کیونکہ جس بندے کا کھانا لباس اوڑھنا بچھونا اور رگ رگ حرام کی کمائی سے تر ہے تو اس کا نہ عمرہ قبول ہے نہ حج نہ نماز نہ زکوۃ یہاں تک کہ وہ خانہ کعبہ کے غلاف تک کو پکڑ کے دعائیں مانگے تو اللہ اس کو بھی ٹھکرا دیتا ہے کیونکہ اس کے احکامات کو پس پشت ڈال کر حرام کے پیسے کو گھر کی زینت بنا کر اسی رب سے دعا کرو گے تو وہ واپس ہی پلٹے گی کیونکہ حرام کمائی سے صدقہ کرنا کپڑے کو پیشاب سے دھو کے پاک کرنے کے مترادف ہے۔

رشوت حرام ہے۔ حاکم، قاضی، ملازم یا عہدہ دار کو کسی قسم کی مالی حرص کے بغیر اپنا فرض منصبی انجام دینا چاہیے۔ جس طرح رشوت لینے والے کا فعل حرام ہے، رشوت دینے اور واسطہ بننے کا فعل بھی سراسر حرام ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو، نہ حاکموں کو رشوت پہنچا کر اس کا کچھ مال ظلم و ستم سے اپنا لیا کرو، حالانکہ تم جانتے ہو" (سورۃ البقرہ)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں رشوت کے لیے ایک خاص لفظ "السحت" کا استعمال کر کے اس کی مذمت فرمائی ہے۔ السحت کے لفظی معنی کسی چیز کو اس کی جڑ سے کھود کر برباد کرنے کے ہیں، رشوت کو سحت کہنے کی وجہ یہ ہے: کہ یہ صرف رشوت لینے اور دینے والوں کو برباد نہیں کرتی بلکہ پورے ملک و ملت کی بنیاد اور وہاں کے امن و امان کو تباہ کر دیتی ہے۔ جس ملک یا جس محکمے میں رشوت کا بازار گرم ہو جائے تو وہاں کا قانون معطل ہو کر رہ جاتا ہے کسی کی جان محفوظ رہتی ہے، نہ آبرو اور نہ ہی مال۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ اس ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کے حق میں بھی دعائے خیر ہی کی ہو اس ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی شخص پر لعنت بھیجنا معمولی بات نہیں۔ اس کا اثر آخرت میں تو ظاہر ہوگا ہی، لیکن دنیا میں بھی یہ لوگ اس لعنت کے اثر سے بچ نہیں سکتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت کو سود کی ایک قسم بتایا ہے اور رشوت کھانے والے کو آتش دوزخ کی وعید سنائی ہے۔ جس طرح رشوت لینے والے کو گناہ ہوگا، اسی طرح رشوت دینے والا اور بیچ کا ایجنٹ بھی اس جرم کا مرتکب سمجھا جائے گا۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہم سب کو سیدھی راہ دکھائے اور رشوت جیسی بری بیماری سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

Perfect24u.com

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

سوال 1 ”حسن اخلاق“ سے کیا مراد ہے؟ تحریر کریں۔

جواب: زندگی گزارنے میں دین کے اصول وضوابط کو بجالانا' اوروں کو تکلیف دینے کے بجائے ان سے اچھا برتاؤ کرنا' خندہ پیشانی سے پیش آنا اور ان کی مالی مدد کرتے ہوئے اپنی ذمہ داریاں خوش اسلوبی سے سرانجام دیں تو یہ ”حسن اخلاق“ کہلاتا ہے۔

سوال 2 اچھے انسان کی کیا علامات ہیں؟ تحریر کریں۔

جواب: حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے ایسے آدمی کو پسندیدہ بندہ شمار کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق انسانوں' چرند' پرند' حشرات اور ہر ایک کو نفع پہنچائے' ان کو تکلیف نہ پہنچائے بلکہ اپنی طرف سے ان کو حتی الامکان نفع پہنچائے' ان کے کھانے پینے اور دیگر سہولتوں کا انتظام کرے۔ اس مذکورہ حدیث میں سب سے اچھے انسان ہونے کی علامت بتائی گئی ہے کہ ”سب سے اچھا شخص وہ ہے جو دوسرے لوگوں (چاہے مسلم ہوں یا غیر مسلم) کے لئے فائدہ مند ہو۔“

سوال 3 رشوت کسے کہتے ہیں؟ تحریر کریں۔

جواب: ہر وہ رقم یا عوض ہے جس کے ذریعہ کسی کا حق مارا جائے یا وہ رقم کسی ظلم کے عوض سے لی جائے' ناجائز نذرانہ وغیرہ، رشوت کہلاتی ہے۔ رشوت لینا اور دینا گناہ کبیرہ میں سے ہے۔

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے جواب پر ” ✓ “ کا نشان لگائیں:

جواب: صفحہ 69 پر ”کثیر الانتخابی سوالات“ کے سوال نمبر 1 تا 3 ملاحظہ کیجئے۔

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

ب (۴) حدیث ۱۶ تا ۲۰

حدیث نمبر: ۱۶

مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۱۵۲۱)

ترجمہ: جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے حج کیا اور پھر نہ اس نے بدکلامی اور گالی گلوچ کی نہ ہی کوئی گناہ کیا تو وہ حج سے اس دن کی طرح واپس ہوگا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا۔

تشریح: حج کے لفظی معنی قصد اور ارادہ کے ہیں۔ شریعت میں حج کے اصطلاحی معنی مکہ مکرمہ میں عبادت کے لئے یکم ذی الحجہ سے لے کر ذی الحجہ کی 9 تاریخ کے درمیانی عرصہ میں خانہ کعبہ و دیگر مقامات میں مخصوص عبادات کا ادا کرنا ہے۔ اس عبادت کا سب سے اہم جز میدان عرفات میں قیام ہے۔ جس کے لئے 9 ذی الحجہ کی تاریخ مقرر ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حج کی فضیلت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا ۚ
وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾ (سورۃ آل عمران، آیت: ۹۷)

اور اللہ کے لئے (اللہ کا حق ہے) لوگوں پر خانہ کعبہ کا حج کرنا، جو اس کی طرف راہ (چلنے کی) قدرت رکھتا ہو، اور جس نے کفر کیا تو بیشک اللہ جہان والوں سے بے نیاز ہے۔

اس آیت میں واضح کر دیا گیا ہے کہ جو شخص قدرت رکھنے کے باوجود حج کرنے سے گریز کرے گا اس کا طرز عمل کافرانہ ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے پس تم ضرور حج کرو۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۱۳۳۷)

مسلسل حج و عمرے کیا کرو کیونکہ یہ دونوں غربت اور گناہوں کو ایسے ختم کرتے ہیں جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کے زنگ کو۔ (ابن ماجہ)

ایک اور حدیث میں ہے:

جس نے (خلوص نیت) سے اس گھر کا حج کیا اور اس میں فسق اور برائیوں سے بچا رہا تو وہ ایسا پاک وصاف ہو کر لوٹے گا جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۱۵۲۱)

حج کے اجر کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔

مقبول حج کا بدلہ جنت کے سوا اور کچھ نہیں۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۱۷۷۳)

اس حدیث میں حج کی فضیلت و اہمیت بیان کی گئی ہے۔ حج ارکان اسلام کا آخری اور تکمیلی رکن ہے، جو عاقل بالغ، صحت مند اور صاحب استطاعت پر زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ حج بھی تقرب الی اللہ کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد پاک ہے:

"عمرے اور حج کو بار بار (نفلی عبادات کے طور پر) ادا کرو یہ دونوں گناہوں کو اس طرح صاف کر دیتے ہیں جیسے (لوہار اور سنار کی بھٹی) لوہے، سونے اور چاندی سے

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

میل کچیل کو صاف کر دیتی ہے' اور حج مبرور (گناہوں سے پاک) کا ثواب تو جنت ہی ہے" (سنن نسائی:۲۶۲۱) اور اس حدیث میں یہی تلقین کی گئی ہے کہ آدمی حج کے دوران صبر کا مظاہرہ کرے' بیہودہ و فحش کلام خاص طور پر شہوت کی باتیں' بدکلامی' اللہ تعالیٰ کی کسی بھی قسم کی نافرمانی جو فسق کی حد میں آتی ہو' غیر قانونی و غیر شرعی کاموں اور لڑائی جھگڑے اور گناہوں سے باز رہے اور حقوق اللہ میں کوتاہی کی معافی اور حقوق العباد میں کوتاہی کی تلافی کرلے تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک صاف ہو جائے گا جیسا کہ وہ اپنی پیدائش کے دن بے گناہ تھا۔

حج کی اہمیت: حج جملہ بدنی اور مالی عبادتوں کا مجموعہ ہے۔ حج کے لئے روانگی سے واپسی تک دوران سفر نماز کے ذریعے قرب الٰہی میسر آتا ہے۔ مال خرچ کرنا زکوٰۃ سے مشابہت رکھتا ہے۔ نفسانی خواہشات اور برائیوں سے پرہیز اپنے اندر روزہ کی سی کیفیت رکھتا ہے۔ گھر سے دوری اور سفر کی صعوبت جہاد کا سا رنگ ہے۔ دوسری مسلسل عبادات سے خلوص و تقویٰ، عجز و انکساری، بندگی اور اطاعت، قربانی اور ایثار، صبر و استقامت اور توکل علی اللہ جیسے جذبات نشوونما پاتے ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔ حج اور عمرہ کرنے والے خدا کے مہمان ہیں۔ وہ اپنے (میزبان) خدا سے دعا کریں تو وہ ان کی دعائیں قبول فرمائے گا اور وہ اس سے مغفرت چاہیں تو وہ ان کی مغفرت فرمائے گا۔

جب ایک شخص اپنے عزیز و اقارب کو چھوڑ کر اور دنیاوی دلچسپیوں سے منہ موڑ کر دو ان سلی چادریں لپیٹ کر لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کی صدائیں بلند کرتے ہوئے اللہ کے گھر میں داخل ہوتا ہے تو اس کا یہ سفر ایک طرح سے سفر آخرت کا نمونہ بن جاتا ہے۔ ایک دینی ماحول اور پاکیزہ فضا میں جب وہ مناسک حج ادا کرتا ہے تو اس کی حالت ہی عجیب ہوتی ہے۔ میدان عرفات کے قیام میں اسے وہ بشارت یاد آتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی صورت میں مسلمانوں پر اپنی نعمت تمام فرمائی ہے۔ رسول پاک ﷺ کے مبارک خطبے کی بے مثال ہدایات یاد آتی ہیں۔ اسے یہ حکم یاد آتا ہے کہ میرے بعد گمراہی سے بچنے کے لئے قرآن اور حدیث کو مضبوطی سے تھامے رہنا۔ قربانی کرتے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بے نظیر قربانی یاد آتی ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ اس قربانی کے مقابلے میں میرے نفس کی چھوٹی موٹی خواہشات کی قربانی کی حقیقت ہی کیا ہے؟ میرا تو مرنا جینا بھی خدا کے لئے ہی ہونا چاہیئے۔ ایسے میں اس کے قلب و ذہن پر یہ کلمات بے ساختہ جاری ہو جاتے ہیں۔ "بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو یہی حکم ہوا اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں۔" جب انسان اللہ کا ہو جاتا ہے تو نہ اس کی زبان سے دوسروں کو تکلیف پہنچتی ہے اور نہ ہی اس کا ہاتھ کسی کی دل آزاری کے لئے اٹھتا ہے اور وہ اللہ کا ہو جاتا ہے اور اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

حدیث نمبر: ۱۷

لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ بِالْمَعْرُوْفِ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَهُ وَيُجِيْبُهُ إِذَا دَعَاهُ وَيُشَمِّتُهُ إِذَا عَطَسَ وَيَعُوْدُهُ إِذَا مَرِضَ وَيَتَّبِعُ جَنَازَتَهُ إِذَا مَاتَ وَيُحِبُّ لَهُ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ۔ (سنن الترمذی، حدیث: ۲۷۳۶)

ترجمہ: ایک مسلمان کے دوسرے پر چھ حقوق ہیں:

۱- جب وہ کسی مسلمان سے ملے تو وہ اسے سلام کرے

۲- اور جب وہ اسے دعوت دے تو وہ اسے قبول کرے

۳- اور جب اسے چھینک آئے تو وہ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ (اللہ تم پر رحم کرے) کہے

۴- اور جب وہ بیمار ہو تو وہ اس کی عیادت کرے

۵- اور جب اس کا انتقال ہو تو وہ اس کی نماز جنازہ میں شریک ہو اور جنازے کے ساتھ ساتھ چلے

۶- اور جو کچھ وہ اپنے لیے پسند کرے وہ اس کے لیے بھی پسند کرے۔

تشریح: اس حدیث میں روزمرہ کی عملی زندگی میں مسلمان کے مسلمان کے اوپر اسلامی رشتے اور معاشرے کے چند چھ خاص باہمی حقوق کی ادائیگی کی تلقین بیان کی گئی ہے۔ جن سے دو مسلمانوں کا باہمی تعلق پیدا ہوتا ہے اور اس کی نشوونما ہوتی ہے' اس لیے ان کا خاص طور سے اہتمام کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ترجمہ: مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ (سورۃ الحجرات:۱۰) اسلام نے ان کے رشتہ اخوت کو اور مضبوط بنا دیا۔ چنانچہ اسلام یہی چاہتا ہے کہ مسلمانوں کی یہ محبت و الفت قائم اور دائم رہے تاکہ وہ ایک دوسرے کے لیے خیر خواہ اور پورے سماج کے لئے کارآمد بن سکیں۔

Perfect24u.com

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اسکی خیانت کرتا ہے، نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے، نہ اسے بے سہارا چھوڑتا ہے، ایک مسلمان کی عزت اسکا مال اور اسکا خون دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔۔۔کسی آدمی کے برا ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر خیال کرے۔

(مسلم، ترمذی بروایت ابو ہریرہ)

ایک مسلمان، بحیثیت مسلمان کے اپنے بھائی پر کچھ حقوق رکھتا ہے، جنکی ادائیگی واجب ہے، ان حقوق کی تعداد بہت زیادہ ہے، البتہ ان میں سے بعض حقوق کا ذکر اس حدیث میں کیا گیا ہے۔

(1) سلام کرنا: سب سے پہلا اسلامی حق یہ ہے کہ ایک مسلمان جب اپنے بھائی سے ملے تو اسے اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے سلامتی کا تحفہ پیش کرے اور یہ واضح کردے کہ میں اپنے بھائی کا خیرخواہ اور اسکے لئے دعا گو ہوں۔ ارشاد نبوی ہے: سلام پھیلاؤ (بغض ونفرت اور عداوت ودشمنی سے) بچے رہوگے (الادب المفرد بروایت براء) نیز فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے ملے تو اسے سلام کہے پس اگر انکے درمیان میں کوئی درخت یا پودا یا پتھر حائل ہوجائے پھر اسے ملے تو چاہئے کہ سلام کرے۔ (ابوداود بروایت ابو ہریرہ)

(2) دعوت قبول کرنا: مسلمانوں کا دوسرا حق یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان بھائی کسی کو شادی یا کسی اور مناسبت سے کھانے پر بلاتا ہے تو اسکی دعوت قبول کرنا اسکا حق ہے، کیونکہ اسمیں اسکی دل جوئی اور عزت افزائی ہے، نیز کسی کے یہاں آنے جانے سے آپسی تعلقات اور دلی محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔علماء کہتے ہیں کہ اگر یہ دعوت، دعوت ولیمہ ہو تو اسمیں حاضری ضروری اور سنت موکدہ ہے، بلکہ یہ امر اس قدر موکد ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ سے ہے تو بھی دعوت قبول کرے اور وہاں حاضر ہو۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو اسے چاہئے کہ وہ قبول کرے، اگر وہ روزہ دار ہو تو دعوت دینے والے کیلئے دعا کرے اور اگر روزے سے نہ ہو تو دعوت کھالے۔ (صحیح مسلم، بروایت ابو ہریرہ)

(3) نصیحت وخیرخواہی: چونکہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ایک بھائی کا حق ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے بھائی کا خیرخواہ رہے، لہذا اگر کوئی بھائی کسی سے مشورہ طلب کررہا ہے یا کسی کام سے متعلق رائے لے رہا ہے تو اسے وہی مشورہ دیا جائے جو وہ خود اپنے لئے بہتر سمجھ رہا ہو۔ ارشاد نبوی ہے کہ دین خیرخواہی ونصیحت کا نام ہے۔ (صحیح مسلم بروایت تمیم داری) نیز فرمایا: جس سے مشورہ لیا جائے اسے امانتدار ہونا چاہئے۔ (سنن الترمذی، واحمد)

(4) چھینک کا جواب: چھینک کا آنا جسمانی صحت کی دلیل اور دماغ کے فضلات کا اخراج ہے لہذا جب کسی شخص کو چھینک آئے تو اسے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے "الحمدللہ" کہنا چاہئے، جب وہ الحمدللہ کہے تو سننے والے بھائی کے اوپر واجب ہے کہ وہ "یرحمک اللہ" کہکر اسے دعا دے۔

(5) مریض کی عیادت وزیارت: بیمار شخص تسلی، صبر واحتساب کی تلقین کا محتاج ہوتا ہے، بسا اوقات وہ اپنی عیادت کیلئے کسی خدمتگار کا ضرورتمند ہوتا ہے، اسلئے ایسے وقت میں دوسرے مسلمانوں پر اسکا ایک حق واجب یہ بھی ہے کہ اسکی عیادت کی جائے۔ اس امر کی اہمیت اس قدر ہے کہ اللہ تعالی قیامت کے دن بندے سے اسکی باز پرس کریگا اور اسے اپنا حق قرار دیگا۔ (صحیح مسلم، بروایت ابو ہریرہ)

(6) جنازے میں شرکت: جب انسان کی روح اسکے جسم سے جدا ہوجائے تو اسے زمین کے حوالے کردینا ہی اسکی اصل تعظیم وتکریم ہے، اس وقت وہ لاش بے جان اپنے لئے کسی نفع ونقصان کی مالک نہیں ہوتی، اسلئے اسکے بھائیوں پر اسکا حق ہے کہ اسے زمین کے سپرد کردیں، اور آگے کی منزل کی آسانی کیلئے دعا کریں۔ اسی طرح مسلمانوں کے حقوق میں یہ چیزیں بھی داخل ہیں: مظلوم کی مدد کرنا، قسم اٹھانے والے کی قسم پورا کرنا، عیوب کو چھپانا، قیدی کو آزاد کرانا۔ وغیرہ۔

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

حدیث نمبر: ۱۸

اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّيْنِ۔ (کنز العمال، حدیث: ۲۸۹۷، ۲۸۹۸)

ترجمہ: علم حاصل کرو اگرچہ ملک چین سے ہی کیوں نہ ہو۔

تشریح: اس حدیث میں علم کی عظمت اور اس کی ضرورت بیان کی گئی ہے۔ انسانی فطرت کا بنیادی تقاضا ہے کہ انسان کو اپنی ذات اور کائنات کے متعلق ہر اچھی اور بری بات کا علم ہو اور علم کے بغیر انسان دنیا میں ترقی نہیں کر سکتا۔ اور علم کے حصول کے لیے محنت، جدوجہد اور مشقت برداشت کرنا گزیر ہے۔ اس کے بغیر علم میں پختگی اور عمدگی نہیں ہو سکتی اور اس کے لیے اگر سفر کی مشقت سامنے آجائے تو اس کو برداشت کرے۔ پہلے دور کے بہت بڑے محدثین، علماء اور سائنس دان علم حاصل کرنے کے لیے دور دراز کے علمی سفر کیا کرتے تھے اور سفر و ہجرت کی مشقتیں برداشت کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آج بھی ان کا نام عزت سے لیا جاتا ہے۔ یہاں بھی یہی بات کہی گئی ہے کہ علوم و فنون کے حصول کے لیے ہم کو ملک چین بھی جانا پڑے تو وہاں بھی جا کر علم حاصل کرنے میں تکلیف و مشقت کو برداشت کریں لہٰذا ہمیں چاہیے کہ علم کے حصول کے لیے بے انتہا محنت کریں اگرچہ دور دراز سفر کرنا پڑے تو بھی سفر اور مشقت برداشت کریں تاکہ دینی اور دنیوی ترقی حاصل کر سکیں۔

عزیز طلبہ! کیا آپ نے صحابہ کے حالات پڑھے اور سنے نہیں ان پر کوئی نگراں اور ذمہ دار نہیں نگران میں اخلاص تھا تو ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں حاضر ہو کر علم حصول کی انہیں توفیق ہوتی تھی، کیا آپ نے اصحاب صفہ کے حالات نہیں پڑھے، بھوکے ہوتے کپڑے نہ ہوتے مگر برابر محنت میں لگے رہتے، حضرت ابوہریرہ بھی انہیں میں سے ایک تھے، اللہ نے انہیں کیسا چمکایا، حضرات تابعین کی زندگیوں کا مطالعہ کیجئے اس زمانہ میں نہ کوئی درس گاہ ہوتی تھی نہ کوئی کمرہ نہ کوئی ہاسٹل اور رہائش گاہ نہ لائٹ نہ کھانے پینے کا انتظام، نہ کوئی زور زبردستی وہ تو اپنا سب کچھ لگا کر اخلاص کے ساتھ تن من دھن کی بازی لگا دیتے تھے، انہیں کے مجاہدات کی برکت سے آج علوم اسلامیہ صفحات کتب کی صورت میں موجود ہے، اگر وہ ہم لوگوں کی طرح راحت پسند اور عیش پرست ہوتے، یقیناً آج ہمارے پاس علمی ذخائر نہ ہوتے نہ کتابیں ہوتیں اور نہ یہ مدارس ہوتے، دنیا کی تاریخ میں علماء اسلام نے جتنا لکھنے پڑھنے کا کام کیا، یقیناً کسی نے نہیں کیا۔ ان کی قربانیوں سے یہ بات عیاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ اسلامی علوم کی تدوین و تالیف پرفضا و شاداب مقامات نہروں کے کناروں اور سایہ دار درختوں کے چھاؤں میں بیٹھ کر نہیں ہوئی، بلکہ یہ کام خون جگر کی قربانی دیکر ہوا ہے، اس کے لیے سخت گرمیوں میں پیاس کی ناقابل برداشت تکالیف اٹھانی پڑی، اور رات رات بھر ٹمٹماتے چراغ کے سامنے جاگنا پڑا، بلکہ طلب علم کی راہ میں جان عزیز کے قربان کو بھی انہوں کوئی بڑا کام تصور نہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس جو ترجمان القرآن کے نام سے جانے جاتے ہیں وہ ایسے ہی قرآن کے عظیم مفسر نہیں بن گئے بلکہ خوب محنت اور جدوجہد کی وہ خود فرماتے ہیں:

"میں صحابہ کرام سے پوچھنے اور احادیث معلوم کرنے میں لگ گیا، مجھے (کبھی) پتہ لگتا کہ فلاں صحابی کے پاس حدیث موجود ہے تو میں ان کے مکان پر پہونچتا، وہاں آکر معلوم ہوتا کہ وہ آرام کر رہے ہیں، تو میں اپنی چادر ان کے دروازہ کے سامنے بچھا کر لیٹ جاتا، دوپہر کی گرمی میں ہوا چلتی تو تمام گرد و غبار میرے اوپر آتا۔ جب صاحب خانہ باہر آکر مجھے دیکھتے تو حیرت زدہ ہو کر استفسار کرتے عم زادۂ رسول! (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی) کیسے آنا ہوا؟ اور آپ نے یہ زحمت کیوں فرمائی، کسی کو بھیج کر مجھے کیوں نہ بلوالیا؟ میں کہتا: نہیں جناب! مجھے ہی آنا چاہئے تھا، پھر میں ان سے حدیث معلوم کرتا۔

حدیث نمبر: ۱۹

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى اَجْسَادِكُمْ وَلَا صُوَرِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ۔ (صحیح مسلم، حدیث: ۲۵۶۴)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

تشریح: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تمہارے جسموں اور تمہاری شکلوں کی طرف نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے"۔

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

اس حدیث میں اخلاص کی اہمیت بیان کی گئی ہے کہ انسان کا ظاہر و باطن ایک ہونا چاہیے۔ یہ حدیث اصلاح وتربیت کے لحاظ سے اہم ہے۔ اسلام اپنے تمام اعمال میں اخلاص واہلیت کو خاص اہمیت دیتا ہے' جس کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی نیک کام کیا جائے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کیا جائے' اس میں دنیاوی غرض' نمود ونمائش' طلب شہرت یا معاوضہ نہ ہو' دکھاوے سے بچا جائے۔ تمام انسانی اعمال میں انسان کے دل اور صحیح ارادہ ونیت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے کہ اس عمل کے سرانجام دیتے وقت دل کی کیفیت اور رجحان کیسا ہے۔ اگر اخلاص وتقویٰ والا عمل ہے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں منظور ومقبول ہوگا اور اس کا ثواب بھی ملے گا' اور اگر اس عمل میں دنیوی مفاد مطلوب ہوگا تو بس وہی بات ملے گی' آخرت میں اللہ کے یہاں اس عمل کے بدلہ کوئی اجر وثواب نہیں ملے گا۔

قلب یعنی دل رب العالمین اور احکم الحاکمین کے نظر فرمانے کا مقام ہے۔ انسان اپنے چہرہ کو خوبصورت بنانے کا اہتمام تو کرتا ہے جو مخلوق کے دیکھنے کی چیز ہے، اس کو دھوتا اور گندگیوں اور میل سے صاف کرتا اور حتی الوسع اس کو خوبصورت بنانے کی کوشش کرتا ہے، اور اپنے قلب کو پاک وصاف بنانے کا اہتمام نہیں کرتا جو رب العالمین کے نظر فرمانے کا مقام ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إن في الجسد لمضغة اذا صلحت صلح الجسد كله وإذا فسدت فسد الجسد كله ألا وهي القلب''۔ (ابن ماجہ ج:۵ ص:۳۰۰)

ترجمہ: ''بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جب وہ درست ہوتو سارا بدن درست ہوتا ہے اور وہ خراب ہوتو سارا بدن خراب ہوجاتا ہے، ہوشیار رہو کہ وہ قلب ہے''۔

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں: ''قلب ایک قلعہ ہے اور شیطان دشمن ہے۔ اور وہ چاہتا ہے کہ قلعہ میں داخل ہوکر اس پر قبضہ کرلے۔ دشمن سے قلعہ کی حفاظت تب ہی ہوسکتی ہے کہ اس کے دروازوں کی حفاظت کی جائے اور تمام گزرگاہوں کو بچایا جائے، جو شخص حفاظت کرنا نہ جانتا ہو، وہ حفاظت بھی نہیں کرسکتا، چنانچہ وسواس شیطانی سے دل کی حفاظت کرنا واجب ہے۔

دنیا دار الامتحان ہے، یہ زندگی اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، اس کو ہم اپنی مرضی کی مطابق نہیں گزار سکتے، مگر ہر کام میں دیکھنا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے؟ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا طریقہ ہے؟۔

زندگی موت ہے اور موت زندگی کی ابتداء ہے جو اصل اور ابدی ہے، لہذا اس دنیا میں انسان کی ابدی زندگی سنوارنے کے لئے دو طریقے ہیں، اول: دل۔ اور دوم: جسم۔ دل جسم کا بادشاہ ہے، اگر وہ سنور گیا تو پورا جسم یا یوں کہئے پوری زندگی سنور گئی اور اگر وہ خراب یا فاسد ہوگیا تو پوری زندگی خراب ہوجائے گی۔ دل کا تعلق براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہے، دل احساسات کی کائنات ہے، دل مسکن الٰہی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام، اولیاء کرامؒ نے ہمیشہ لوگوں کے دلوں پر محنت کی۔ دل میں اللہ تعالیٰ اپنے سوا کسی غیر کو، محبت کی نسبت، خوف کی نسبت، امید اور یقین کی نسبت نہیں دیکھنا چاہتے۔ ایمان دل کی کیفیت کا نام ہے اور جسم سے اس کا اطاعت الٰہی کی صورت میں ظہور ہوتا ہے۔

حدیث نمبر: ۲۰

اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ اَوْ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَةً فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ۔ (صحیح مسلم، حدیث: ۳۵)

ترجمہ: ایمان کی ستر یا ساٹھ سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں' پس ان سب میں سے افضل شاخ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا ہے اور سب سے کمتر شاخ راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا ہے' جب کہ حیاء ایمان کی شاخ ہے۔

تشریح: اس حدیث میں ایمان کے شعبوں اور شاخوں کی تعداد' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ' شرم وحیاء' اور راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانے کی فضیلت واہمیت بیان کی گئی ہے۔ اسلام کی بنیادی اور ضروری باتوں پر پختہ یقین رکھنے اور اس عقیدہ کو زبان سے اقرار کرنے کا نام ایمان ہے' چنانچہ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ کامل ایمان کے ساتھ یا ستر سے زیادہ شاخیں ہیں' جن میں سب سے اعلیٰ شعبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ ہی توحید کا قرار ہوتا ہے جس کو اصل ایمان کہا جاتا ہے۔ ایمان کے

Perfect24u.com

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

دیگر شعبوں سے مراد عقائد' نیک اعمال اور اچھے اخلاق اور ظاہری و باطنی سب احوال ہیں' ایمان میں اخلاقی اعتبار سے آخری شعبہ یہ ہے کہ ''مومن میں دوسرے لوگوں کو تکلیف سے بچانے کی خوبی ہو۔'' اس لیے راستہ سے کوئی بھی ایسی چیز جو راہ گیروں کی تکلیف کا باعث ہو اس کو ہٹا دینا باعثِ اجر و ثواب ہے۔

ایمان کی شاخوں میں ''حیاء'' بھی ایک اہم شعبہ ہے جو بھلائیوں کا سرچشمہ ہے اور حیاء انسان کی ایسی خوبی و خصلت ہے جو انسان کو بداخلاقی' بہت سی برائیوں اور گناہوں سے روکتی ہے۔ یہ صفت جس شخص کے اندر ہوگا وہ برائی کے پاس نہیں بھٹکے گا اور بھلائی کی طرف مائل ہوگا لہٰذا ہمیں بھی کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے اندر ایمان کی شاخوں کو اپنائیں بالخصوص حیا کی خوبی و خصلت پیدا کریں تاکہ ہماری زندگی پاکیزہ اور ستھری ہو۔

اس حدیث میں ایمان کے شعبوں کے لیے "ستر سے کچھ اوپر" کا جو عدد استعمال کیا گیا ہے، اس کے متعلق بعض شارحین نے لکھا ہے کہ: "اس سے غالباً صرف کثرت مراد ہے، اور اہل عرب صرف مبالغہ اور کثرت کے لئے بھی ستر کا لفظ عام طور سے بولتے ہیں۔ ایمان کے شعبوں سے مُراد وہ تمام اعمال و اخلاق اور ظاہری و باطنی وہ سب احوال ہیں جو کسی دل میں ایمان کے آجانے کے بعد اُس کے نتیجہ اور ثمرہ کے طور پر اس میں پیدا ہو جانے چاہئیں، جیسے کہ سرسبز و شاداب درخت میں برگ و بار نکلتے ہیں، اس طرح گویا تمام اعمال خیر و اخلاق حسنہ اور احوال صالحہ ایمان کے شعبے ہیں، البتہ ان کے درجے مختلف ہیں۔

اس حدیث میں ایمان کا سب سے اعلیٰ شعبہ "لا الہ الا اللہ" یعنی توحید کی شہادت کو بتلایا گیا ہے، اور اس کے مقابلے میں ادنیٰ درجے کی چیز راستے سے تکلیف پہنچانے والی چیزوں کے ہٹانے کو قرار دیا ہے، اب ان کے درمیان جس قدر بھی اُمورِ خیر کا تصور کیا جا سکتا ہے وہ سب ایمان کے شعبے اور اس کی شاخیں ہیں، خواہ ان کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے، اور ظاہر ہے کہ ان کا عدد سینکڑوں تک پہنچے گا۔

حدیث کے آخر میں حیا کے متعلق جو خصوصیت سے یہ فرمایا گیا ہے کہ "وہ ایمان کا ایک اہم شعبہ ہے" تو اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ جس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا، اس وقت کسی سے حیا میں کوئی کوتاہی ظاہر ہوئی تھی اس کی اصلاح کے لیے آپ نے یہ خصوصی انتباہ فرمایا، جیسا کہ صاحب حکمت معلمین و مصلحین کا طریقہ ہوتا ہے، یا حیا کے متعلق خصوصیت سے یہ تنبیہ اس لیے فرمائی گئی، کہ انسانی اخلاق میں حیا کا مقام نہایت بلند ہے، اور حیا ہی وہ خصلت ہے جو آدمی کو بہت سے معاصی اور بہت سی برائیوں سے روکتی ہے، اور اس وجہ سے ایمان اور حیا کے درمیان ایک خاص رشتہ ہے۔

معلوم ہونا چاہئے کہ حیا صرف اپنے ہم جنسوں ہی سے نہیں کی جاتی، بلکہ سب سے زیادہ جس کی حیا ہم کو ہونی چاہئے وہ ہمارا خالق و پروردگار حق تعالیٰ ہے، عام لوگ بڑا بے حیا اور بے ادب اُس کو سمجھتے ہیں جو اپنے بڑوں کا پاس لحاظ نہ کرے، اور ان کے سامنے بے حیائی کے کام اور بری باتیں کرے، لیکن فی الحقیقت سب سے بڑا بے حیا وہ بدبخت انسان ہے جو اپنے مولا سے نہیں شرماتا، اور یہ جاننے کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت مجھے اور میرے فعلوں کو بے حجاب دیکھتا اور میری باتوں کو بلا واسطہ سنتا ہے، اس کے سامنے وہ بُرے کام اور ناروا حرکتیں کرتا ہے۔

پس اگر آدمی میں حیا کا خُلق پوری طرح بیدار اور کارفرما ہو، تو نہ صرف یہ کہ اس کے ہم جنسوں کی نظروں میں اس کی زندگی پاکیزہ اور سُتھری ہوگی، بلکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی معصیات کا صدور بھی بہت کم ہوگا۔

جامع ترمذی میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنے اصحاب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اِسْتَحْيُوْا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ" قَالُوْا: إِنَّا نَسْتَحْيِيْ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، فَقَالَ: لَيْسَ ذَالِكَ وَلٰكِنَّ الْاِسْتِحْيَاءَ مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ
اَنْ تَحْفَظَ الرَّأْسَ وَمَا حَوٰى، وَالْبَطْنَ وَمَا وَعٰى، وَتَذْكُرِ الْمَوْتَ وَالْبَلَاءَ، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدِ اسْتَحْيَا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ

اللہ تعالیٰ سے ایسی حیا کرو جیسے اُس سے حیا کرنی چاہئے مخاطبین نے عرض کیا: الحمدللہ ہم خدا سے حیا کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: یہ نہیں! بلکہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا حق یہ ہے کہ سر اور سر میں جو افکار و خیالات ہیں اُن سب کی نگہداشت کرو، اور پیٹ کی اور جو کچھ اُس میں بھرا ہوا ہے اس سب کی نگرانی کرو (یعنی برے خیالات سے دماغ کی، اور حرام و ناجائز غذا سے پیٹ کی حفاظت کرو) اور موت، اور موت کے بعد قبر میں تمہاری جو حالت ہونی ہے اُس کو یاد رکھو، جس نے یہ سب کچھ کیا، سمجھو کہ اللہ سے حیا کرنے کا حق اُس نے ادا کیا۔ (ترمذی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان درجات و مراتب میں برابر نہیں ہے بلکہ جس مسلمان میں ایمانی خصلتیں زیادہ سے زیادہ ہوں گی وہ یقیناً اُس مسلمان سے مراتب و درجات میں افضل و اعلیٰ ہوگا جس میں ایمان کی خصلتیں کم ہوں گی۔

Perfect24u.com

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

کثیر الانتخابی سوالات

مندرجہ ذیل سوالات کے جواب پر "✓" کا نشان لگائیں:

01 چھینک کے وقت سننے والا کہتا ہے:
(الف) الحمد الله (ب) یرحمك الله (ج) بارك الله (د) جزاك الله

02 جب کوئی کسی سے ملے تو کہے:
(الف) اللہ اکبر (ب) السلام علیکم (ج) سبحان الله (د) ماشاء الله

03 جو کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا جائے وہ کہلاتا ہے:
(الف) اخلاص (ب) ریا (ج) تقویٰ (د) زہد

04 حدیث میں طالب علم کے لئے کس ملک جانے کی ترغیب دی گئی ہے:
(الف) یمن (ب) شام (ج) ایران (د) چین

05 ایک عاقل، بالغ، صحت مند اور صاحب استطاعت شخص پر حج زندگی میں فرض ہے:
(الف) ایک مرتبہ (ب) دو مرتبہ (ج) تین مرتبہ (د) اُس کی مرضی پر منحصر ہے

06 ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حقوق ہیں:
(الف) دو (ب) تین (ج) چار (د) چھ

07 حدیث میں علم کے لئے چین جانے سے مراد ہے:
(الف) چین کے علم سے فائدہ اٹھایا جائے
(ب) علم حاصل کرنے کے لئے دور دراز کا سفر کیا جائے
(ج) چین کی ٹیکنالوجی حاصل کی جائے
(د) چین کی تہذیب کو اپنایا جائے

08 ایک حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے ہمارے:
(الف) شکلوں کو (ب) جسموں کو (ج) دلوں کو (د) ملبوں کو

09 ایمان کی سب سے افضل شاخ ہے:
(الف) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا (ب) کثرت سے عبادت کرنا (ج) کثرت سے حج کرنا (د) شرم و حیاء کرنا

10 ایمان کی کمتر شاخ ہے:
(الف) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا
(ب) کثرت سے عبادت کرنا
(ج) راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا
(د) شرم و حیاء کرنا

جوابات

1.	(ب)	3.	(الف)	5.	(الف)	7.	(ب)	9.	(الف)
2.	(ب)	4.	(د)	6.	(د)	8.	(ج)	10.	(ج)

Perfect24u.com

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

درسی کتاب کی مشق کا حل

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کیجئے:

سوال 1 مندرجہ ذیل احادیث میں سے کسی بھی ایک حدیث کا ترجمہ و تشریح تحریر کریں۔

- مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ

جواب: صفحہ 73 پر حدیث نمبر 16 کا ترجمہ و تشریح ملاحظہ کیجئے۔

- إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى أَجْسَادِكُمْ وَلَا إِلَى صُوَرِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ

جواب: صفحہ 76 پر حدیث نمبر 19 کا ترجمہ و تشریح ملاحظہ کیجئے۔

سوال 2 مسلمان کے مسلمان کے اوپر چھ خاص باہمی حقوق کی ادائیگی پر مختصر طور پر مضمون لکھیں۔

جواب: صفحہ 74 پر حدیث نمبر 17 کی تشریح ملاحظہ کیجئے۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

سوال 1 علم کی عظمت پر نوٹ تحریر کریں۔

جواب: صفحہ 57 پر حدیث نمبر 6 کی تشریح ملاحظہ کیجئے۔

سوال 2 اخلاص سے کیا مراد ہے؟ تحریر کریں۔

جواب: اخلاص کے لغوی معنی پاک صاف ہونے اور خالص ہونے کے ہیں۔

"اخلاص یہ ہے کہ ہر ماسوا اللہ سے دل کو پاک کر لیا جائے۔"

اخلاص کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ انسان زندگی میں جو بھی عمل کرے اور جس سطح کی اور جس شکل کی بھی عبادت کرے اس کا دل اس عبادت اور عمل میں صرف اور صرف اس بات پر مطمئن ہو کہ میں یہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کر رہا ہوں۔ اپنے دل کو ہر قسم کی نفسانی، ظاہری و باطنی خواہشات سے پاک کرنے اور اپنی بندگی کو دنیا کے مفاد حتیٰ کہ اپنے ہر عمل و عبادت کو اپنی حرکات و سکنات کو بلکہ اپنی زندگی کی ساری جہتوں کو ہر طرف سے ہٹا کر صرف اللہ کی رضا میں محو کو گم کر دینا اخلاص کہلاتا ہے۔

سوال 3 ایمان کا اعلیٰ شعبہ اور آخری شعبہ کونسا ہے؟ تحریر کریں۔

جواب: ایمان کا سب سے اعلیٰ شعبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ ہی توحید کا اقرار ہوتا ہے جس کو اصل ایمان کہا جاتا ہے۔ ایمان کے دیگر شعبوں سے مراد

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

عقائد نیک اعمال اور اچھے اخلاق اور ظاہری و باطنی سب احوال ہیں ایمان میں اخلاقی اعتبار سے آخری شعبہ یہ ہے کہ ''مومن میں دوسرے لوگوں کو تکلیف سے بچانے کی خوبی ہو۔'' اس لیے راستہ سے کوئی بھی ایسی چیز جو راہ گیروں کی تکلیف کا باعث ہو اس کو ہٹا دینا باعثِ اجر و ثواب ہے۔

سوال 4 حیا کا کیا مطلب ہے؟

جواب: حیا کے لغوی معنی وقار، سنجیدگی اور متانت کے ہیں۔ یہ بے شرمی، فحاشی اور بے حیائی کی ضد ہے۔ امام ابوالاعلیٰ مودودی کے نزدیک اسلام کی اصطلاح میں حیا سے مراد وہ شرم ہے جو کسی امر منکر کی جانب مائل ہونے والا انسان خود اپنی فطرت کے سامنے اور خدا کے سامنے محسوس کرتا ہے۔ امام راغب اصفہانی نے اس کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔ ''حیا وہ وصف ہے جس کی وجہ سے برا کام کرنے سے نفس میں تنگی محسوس ہوتی ہے۔ علامہ ابن حجرؒ کے نزدیک ''حیا وہ خلق ہے جو انسان کو نیکی کرنے اور برائی نہ کرنے پر اُبھارتا ہے۔''

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے جواب پر ''✓'' کا نشان لگائیں:

جواب: صفحہ 79 پر کثیر الانتخابی سوالات کے سوال نمبر 1 تا 4 ملاحظہ کیجیے۔

Perfect24u.com

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

ب (۵) حدیث ۲۱ تا ۲۵

حدیث نمبر: ۲۱

مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ (صحیح مسلم، حدیث: ۱۸۹۳)

ترجمہ: جس نے کسی شخص کی اچھائی کی طرف رہنمائی کی تو اس کو وہی اجر ملے گا جو اس بھلائی کرنے والے کو ملے گا۔

تشریح: اس حدیث میں بھلائی اور نیکی کرنے، نیکی اور بھلائی پر ایک دوسرے سے تعاون کرنے کی تلقین و تاکید کی گئی ہے۔ قرآن کریم پرہیزگاری اور نیکی کے کام میں ایک دوسرے کے تعاون کا حکم دیتا ہے جبکہ گناہ اور نافرمانی میں مدد سے روکتا ہے۔ (سورۃ المائدۃ:۲) چنانچہ کسی کو اچھا مشورہ، رہنمائی اور تعلیم و تربیت دینے کے ذریعہ جو کوئی بھی ثواب اس کام کرنے والے کو ملے گا اس کے برابر اس کے معاون کو بھی ملے گا۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ بھلائی اور نیکی کی طرف خود بھی بڑھیں اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں۔
سیدنا وابصہ بن معبد الاسدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، میرا ارادہ یہ تھا کہ نیکی اور گناہ کی ہر صورت کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کروں۔ مسلمانوں کی ایک جماعت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھی، وہ لوگ مختلف سوال کر رہے تھے۔ میں ان کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ انھوں نے مجھے کہا: "وابصہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور ہٹ جا، لیکن میں نے کہا: "مجھے چھوڑ دو، میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہونا چاہتا ہوں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے تمام لوگوں میں محبوب ترین ہیں۔" اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "وابصہ کو چھوڑ دو، وابصہ! آؤ میرے قریب ہو جاؤ" دو تین دفعہ یہ ارشاد فرمایا۔ پس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہوا اور آپ کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "وابصہ! میں خود تمہیں کچھ بتادوں یا تم سوال کرو گے؟" میں نے کہا: "جی نہیں، آپ ﷺ خود کچھ فرما دیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم نیکی اور گناہ کے بارے میں سوال کرنے کے لیے آئے ہو؟" میں نے کہا: "جی ہاں، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو اکٹھا کیا اور وہ میرے سینے پر لگانے لگے اور فرمایا: "وابصہ! اپنے دل سے پوچھ لیا کرو، اپنے دل سے پوچھ لیا کرو،" تین بار فرمایا: "نیکی وہ ہے جس پر نفس مطمئن ہو جائے اور گناہ وہ ہے جو نفس میں کھٹکے اور اس کے بارے میں سینے میں تردد پیدا ہو، اگرچہ لوگ تجھے فتووں پر فتوے دیتے رہیں۔" (مسند احمد: ۱۸۱۶۹)

حدیث نمبر: ۲۲

مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ کُرْبَةً مِنْ کُرَبِ الدُّنْیَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ کُرْبَةً مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَمَنْ یَسَّرَ عَلٰی مُعْسِرٍ یَسَّرَ اللّٰهُ عَلَیْهِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ (صحیح مسلم، حدیث: ۲۶۹۹)

ترجمہ: جس نے کسی مومن سے کوئی دنیاوی تکالیف میں سے کوئی تکلیف دور کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس سے کئی تکلیفوں میں سے تکلیف کو دور فرما دیں گے۔ اور جس نے کسی تنگدست مومن کو سہولت دی اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا اور آخرت میں آسانیاں پیدا فرمائیں گے۔

تشریح: اس حدیث میں محتاجوں، بیماروں اور مصیبت زدوں کی خدمت و اعانت اور حاجت روائی کی تاکید و تلقین اور تنگدست قرضدار کو مہلت دینے کے اجر کو بیان کیا گیا ہے۔ حقوق العباد کی دو باتوں کو واضح کیا گیا ہے، اس کو خدمتِ خلق سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے:

1۔ کوئی مومن کسی تکلیف، مصیبت یا پریشانی میں ہو تو ایسی صورتحال کے وقت اس کی تکلیف دور کرنا، مدد اور حاجت روائی کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔ جس کے لئے حضور اکرم صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''جو اپنے بھائی کے کام میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے کاموں میں لگ جاتے ہیں۔'' (مسلم: ۲۰۹۹)

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

2۔ اگر کوئی مومن محتاج، بیمار، تنگدست، غریب و مسکین ہے تو اس کی خدمت، اعانت و مالی مدد کرنا اور اگر کسی مقروض نے کسی سے قرض لیا ہے تو اس کے قرض میں مہلت دے کر سہولت پہنچانا بھی بڑے اجر کا کام ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا و آخرت میں آسانیاں پیدا فرمائیں گے۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہمارے معاشرے میں سے کوئی اچانک کسی آفت میں آ جائے تو اس کو آفت سے نکالنے کے لیے کوشش کرنا چاہیے اور خدمت خلق میں خود بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں تاکہ ہمارے معاشرے کے افراد سکون و خوشحالی کی زندگی گزار سکیں اور اسی میں فلاح دارین ہے۔

یہ حدیث ہمیں بتا رہی ہے کہ جو شخص کسی مسلمان سے کسی مصیبت کو دور کرتا ہے یا پھر اس کی کسی مشکل کو آسان کرتا ہے یا پھر اس کی کسی لغزش یا غلطی کی ستر پوشی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے ان اعمال ہی کی جنس سے بدلہ دے گا جن سے اس نے دوسروں کو نفع پہنچایا ہے اور یہ کہ جب بندہ اپنے کسی مسلمان بھائی کی اس کے مشکل کاموں میں مدد کرتا ہے تو اللہ بھی دنیا و آخرت میں اپنی توفیق کے ذریعہ اس کی مدد کرتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ آپس میں ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبے کو موجزن رکھیں، اگر کوئی مسلمان پریشانی اور تکلیف میں مبتلا ہے تو اس کی پریشانی اور تکلیف کو دور کرنے کی حتی المقدور کوشش کریں۔ جو شخص کسی کی دنیاوی پریشانی دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کے دن کی پریشانیوں کو دور فرمائے گا اور جو شخص کسی مسلمان بھائی کے لیے کسی معاملے میں آسانی پیدا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا و آخرت میں آسانیاں پیدا فرمائیں گے۔ جب تک آدمی اپنے بھائی کی ہر ممکن مدد کرنے میں لگا رہتا ہے اس وقت تک اللہ تعالیٰ اس کی امداد فرماتے رہتے ہیں۔

امام طبرانیؒ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اپنے مومن بھائی کے عیوب کو دیکھ کر چھپا لیتا ہے تو اللہ اسے بدلے میں جنت عطا فرمائیں گے۔''

حدیث نمبر: ۲۳

وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ، قِيلَ:

مَنْ يَا رَسُولَ اللهِ۔ قَالَ: الَّذِي لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۶۰۱۶)

ترجمہ: اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں۔ پوچھا گیا ''کون یا رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ''۔ (آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے) فرمایا: ''وہ شخص جس کے شر/تکلیف سے اس کا پڑوسی محفوظ نہیں۔''

تشریح: اس حدیث میں پڑوسی کے حقوق کی ادائیگی کی تلقین و تاکید بیان کی گئی ہے اور پڑوسی کو تکلیف دینے پر وعید بیان کی گئی ہے۔ قرآن کریم'' میں پڑوسی سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی تین قسموں کو پیش کیا ہے (سورۃ النساء: ۳۶) ۱- پڑوسی جو رشتہ دار ہے' ۲- جو صرف پڑوسی ہے' ۳- اور عارضی طور پہلو میں کچھ وقت کے لیے ٹھہراؤ ہو مثلاً سفر' کلاس یا کسی ملاقات و مجلس وغیرہ کا ساتھی' چنانچہ تمام ہمسایوں سے بہتر سلوک کرنا چاہیے وہ آپ کے مذہب کا ہو یا کسی دوسرے مذہب کا' آپ کے نظریہ کا ہو یا اس کا نظریہ اور فکر الگ ہو۔ حدیث کی روشنی میں پڑوسی کے کام آنے اور تکالیف و ایذا رسانی سے محفوظ رکھنے کی تلقین ملتی ہے اور اس شخص کے لیے بڑی سخت وعید بتائی گئی ہے' جس سے اس کے پڑوسی تکلیف محسوس کرتے ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ'' (بخاری و مسلم) کہ جبریل امین ہمیشہ مجھے پڑوسی کی رعایت و امداد کی اس قدر تاکید کرتے رہے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ شاید پڑوسیوں کو بھی رشتہ داروں کی طرح وراثت میں شریک کر دیا جائے گا پڑوسیوں کے ساتھ حسن اخلاق کا مظاہرہ کرنا اور اچھا رویہ پیش کرنا اللہ اور اس کے رسول کی محبت کی شرط اور اس کا معیار قرار دیا گیا۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی قراد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن نبی کریم ﷺ نے وضو فرمایا تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے آپ کے وضو کا پانی لے کر اپنے بدن اور چہرے وغیرہ پر ملنے لگے جب سرکار دو عالم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اس عمل پر تمہیں کون سی چیز آمادہ کر رہی ہے تو ایسا کیوں کر رہے ہو تو صحابہ کرام کا جواب تھا کہ بس اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت تب آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا سنو جو شخص یہ پسند کرتا ہو اور جس کی یہ خواہش ہو کہ اس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت نصیب

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

ہو جائے یا یہ کہ اللہ و رسول ﷺ کو اس سے محبت ہو تو اسے تین باتوں کا اہتمام کرنا چاہیے: جب بات کرے تو سچ بولے، جب کوئی امانت اس کے پاس رکھی جائے تو امانت داری کے ساتھ اس کو ادا کرے، اور اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ایک موقع پر سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے لازم ہے کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اکرام کا معاملہ کرے۔

ترمذی اور مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی محلے کے لوگوں میں اللہ کے نزدیک سب سے افضل اور بہتر وہ شخص ہے جو اپنے پڑوسیوں کے حق میں بہتر ہو۔

مسند احمد کی ایک روایت میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ ایک پڑوسی کو پیٹ بھر کر کھانا جائز نہیں جبکہ اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔

کسی شخص کا نیکوکار یا بدکار ہونا اس کے پڑوسی کی گواہی کے ذریعہ معلوم ہوگا۔ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنی نیکوکاری و بدکاری کو کس طرح معلوم کر سکتا ہوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم کسی کام کے بارے میں اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے ہوئے سنو تم نے اچھا کام کیا تو تمہارا کام اچھا ہے، اور جب تم اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے ہوئے سنو کہ تم نے برا کیا ہے تو تمہارا وہ کام برا ہے۔ (ابن ماجہ)

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ پڑوسیوں کے ساتھ ہمارا برتاؤ اور رویہ ایسا شریفانہ رہے کہ وہ ہماری طرف سے بالکل مطمئن اور بے خوف رہیں اور ان کے دلوں و دماغوں میں کوئی اندیشہ اور خطرہ نہ ہو تا کہ اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ ہم سے راضی ہوں۔

حدیث نمبر: ۲۴

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا، أَوْلِيَصْمُتْ (صحیح بخاری، حدیث: ۶۱۳۸)

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر یقین رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر یقین رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے اور جو اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ یا تو اچھی بات کہے یا خاموشی اختیار کرے۔

تشریح: اس حدیث میں تین باتوں کی ترغیب دی گئی ہے۔ ۱-مہمان کا اکرام کرنا ۲-صلہ رحمی کرنا ۳-اچھی بات کہنا یا خاموش رہنا۔ یہ تینوں چیزیں بھی درحقیقت حقوق العباد ہی ہیں جن کی ترغیب دی گئی ہے۔

مہمان کا اکرام: جب کوئی انسان سفر کر کے کسی بھی مقصد کے لیے کسی آدمی کے یہاں پہنچے تو وہ مہمان کہلاتا ہے اس سے مناسب طریقہ سے آنے کا مقصد پوچھنا، خندہ پیشانی سے پیش آنا۔ اس کے رہائش، کھانے پینے اور آرام کا انتظام کرنا اور عزت و تکریم کرنا ''مہمان کا اکرام'' ہے۔

صلہ رحمی: اپنے قرابت داروں اور رشتہ داروں کے دکھ سکھ میں شریک ہونا، بوقت ضرورت ان کے کام آنے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور ہمدردی کا رویہ اپنانے کا نام ''صلہ رحمی'' ہے۔ ایک حدیث مبارکہ میں ہے، جو شخص چاہتا ہے کہ اس کا رزق کشادہ ہو اور عمر لمبی ہو اس کو رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنی چاہیے۔

(صحیح بخاری: حدیث: ۲۰۶۷)

اچھی بات کہنا یا خاموش رہنا: قرآن کریم میں حکم ہے: **قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا** (سورۃ البقرہ: ۸۳) ترجمہ: لوگوں سے اچھی بات کرو۔ جس بات سے لوگوں کو تکلیف نہ ہو وہ اچھی بات ہے۔ اس لیے مومن کو چاہیے کہ وہ لوگوں سے اچھا بولے اور غیر ضروری و بے ہودہ گفتگو سے اجتناب کرے یا پھر خاموشی اختیار کرے کیوں کہ اگر وہ کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا تو کم از کم نقصان سے تو بچا لے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ روزمرہ کی عملی زندگی میں ہم مہمان کا اکرام کریں، صلہ رحمی کریں اور ضرورت کے مطابق اچھی بات کہیں یا خاموش رہیں۔

کیونکہ غلط اور معصیت والے کلام سے تو خاموش رہنا ہی ہزار درجہ بہتر ہے۔ مہمان کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھنا چاہیے۔ آنیوالا مہمان اپنی قسمت کھاتا ہے اور میزبان کی بخشش کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ میزبان کو چاہیے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سمجھتے ہوئے اس کیساتھ خوش خلقی سے پیش آئے۔ ترشوئی سے پیش نہ آئے، سخت رویہ اختیار نہ کرے اور حتی الوسع خود خدمت کرے۔

Perfect24u.com

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ ذکر فرماتے ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "مہمان کو ناپسند نہ کرو، جو شخص مہمان کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس شخص کو ناپسند فرماتا ہے۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مہمان آیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ رکھ کر اس کی ضیافت فرمائی۔

حدیث نمبر: ۴۵

اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۶۰۶۶)

ترجمہ: بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔

تشریح: اس حدیث میں بلاضرورت خواہ مخواہ بدگمانی کی ممانعت بیان کی گئی ہے۔ کسی چیز کی تحقیق اور خبر گیری کے سوا کسی کے بارے میں اندازہ سے کچھ کہنا "ظن" یا گمان کہلاتا ہے، اگر اس میں اچھائی مقصود ہو تو یہ "حسن ظن" ہے، جو ایک پسندیدہ خوبی ہے اور حدیث میں اس کی ترغیب دی گئی ہے، خاص طور پر اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھنا عبادت ہے۔ حضور اقدس صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: حسن ظن اچھی عبادت ہے۔ (مسند احمد حدیث: ۸۹۶۹) اور اگر کسی کے ساتھ برا گمان کیا جائے تو اس کو "بدگمانی" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یعنی کسی کی نیت پر شک کرنا اور بے وجہ اپنے دل میں اچھا خیال نہ رکھنا بدگمانی کہلاتا ہے۔ قرآن کریم میں اس منع فرمایا گیا ہے: "اے ایمان والو! بدگمانیوں سے بچو کیونکہ یہ گناہ کا کام ہے" (سورۃ الحجرات: ۱۲) چنانچہ کسی انسان کے بارے میں تمہارے پاس کتنی ہی بری شکایتیں پہنچی ہوں، لیکن جب تک اس کی تحقیق نہیں ہوتی "تمہیں کسی کے بارے میں بدگمانی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس کی وجہ سے آپس میں میل ملاپ کم ہو جاتا ہے، آہستہ آہستہ یہ بدگمانی دلوں میں نفرت اور دشمنی میں تبدیل ہو جاتی ہے جو کہ گناہ ہے۔

بدگمانی ایک ایسا گناہ ہے جس کے کرنے سے انسان دیگر گناہوں کی دلدل میں خود بخود پھنستا چلا جاتا ہے کیونکہ جب انسان کے دل میں کسی کے متعلق کوئی برا گمان آتا ہے پھر وہ اپنے گمان کی تصدیق کے لیے اس کی ٹوہ میں رہتا ہے، اس کی باتیں سنتا ہے اور اس کے حالات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ بعض اوقات جاسوسی کرتا اور کرواتا ہے تاکہ اس کے ذہن میں اس شخص کے متعلق جو برا گمان آیا تھا، اس کی تائید اور توثیق حاصل کر سکے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی ﷺ نے بدگمانی کے بعد تجسس کرنے یعنی کسی کی ٹوہ میں لگے رہنے سے منع فرمایا ہے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بدگمانی دل میں گھر کر جاتی ہے تو یہ مصالحت و مفاہمت کے سب امکانات ختم کر دیتی ہے۔ یہ اخلاقی برائی انسان میں موجود بقیہ اخلاقی خوبیوں کو بھی نگل جاتی ہے۔ ایسا شخص حقیقت و سچائی کا ادراک کرنے سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مسلمان کے خون، اس کی عزت اور اس کے متعلق بدگمانی کو حرام کر دیا ہے۔" حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے اپنے بھائی کے متعلق بدگمانی کی اس نے اپنے رب کے متعلق بدگمانی کی۔"

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے: ترجمہ: "اور (کسی کے عیبوں اور رازوں کی) جستجو نہ کیا کرو اور نہ پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کی برائی کیا کرو۔" (الحجرات: ۱۲)

Perfect24u.com

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

کثیر الانتخابی سوالات

مندرجہ ذیل سوالات کے جواب پر" ✓ "کا نشان لگائیں:

01 اپنے رشتہ داروں کے دکھ سکھ میں شریک ہونا کہلاتا ہے:

(الف) اکرام الضیف (ب) صلۂ رحمی (ج) حسن ظن (د) حقوق العباد

02 کسی چیز کی تحقیق کے سوا کچھ کہنا کہلاتا ہے:

(الف) یقین (ب) شک (ج) ظن (د) خیال

03 حدیث میں صلۂ رحمی کا فائدہ بتایا گیا ہے:

(الف) صحت مند ہونا (ب) شہرت یافتہ ہونا (ج) رزق کشادہ ہونا (د) معترز ہونا

04 محتاجوں، بیماروں، مصیبت زدوں اور مسافروں کی خدمت و مدد کرنا کہلاتا ہے:

(الف) حقوق اللہ (ب) حقوق العباد (ج) حقوق نسواں (د) خدمتِ خلق

05 حدیث کے مطابق وہ شخص مومن نہیں جس کے شر/ تکلیف کی وجہ سے محفوظ نہیں، اس کا/ کے:

(الف) پڑوسی (ب) رشتہ دار (ج) ملازم (د) والدین

06 جب کوئی انسان سفر کرکے کسی بھی مقصد کے لئے کسی آدمی کے یہاں پہنچے تو وہ کہلاتا ہے:

(الف) مسافر (ب) مہمان (ج) میزبان (د) ہم سفر

07 بخاری کی ایک حدیث میں سب سے بڑا جھوٹ کہا گیا ہے:

(الف) بدگمانی کو (ب) غیبت کو (ج) شرک کو (د) چغلی کو

08 اللہ تعالیٰ سے حسنِ ظن رکھنا:

(الف) مستحب ہے (ب) صحیح ہے (ج) فرض ہے (د) عبادت ہے

09 کسی کی نیت پر شک کرنا اور بے وجہ اپنے دل میں اچھا خیال نہ رکھنا کہلاتا ہے:

(الف) غیبت (ب) بدگمانی (ج) چغلی (د) حسد

جوابات

1.	(ب)	3.	(ج)	5.	(الف)	7.	(الف)	9.	(ب)
2.	(ج)	4.	(د)	6.	(ب)	8.	(د)		

Perfect24u.com

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

درسی کتاب کی مشق کا حل

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کیجئے:

سوال 1 مندرجہ ذیل احادیث میں سے کسی بھی ایک حدیث کا ترجمہ و تشریح تحریر کریں۔

- مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ۔

جواب: صفحہ 82 پر حدیث نمبر 21 کا ترجمہ و تشریح ملاحظہ کیجئے۔

- اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ۔

جواب: صفحہ 85 پر حدیث نمبر 25 کا ترجمہ و تشریح ملاحظہ کیجئے۔

سوال 2 ظن/گمان پر نوٹ لکھیں۔

جواب: ظن کے معنی ہیں گمان اور خیالات۔ انسان جب کسی چیز یا کسی کے حالات میں تجسس کرتا ہے اور اسکی حقیقت کو نہیں جانتا تو اسکے نفس میں اپنے علم کے مطابق خیالات بننے شروع ہو جاتے ہیں جنہیں گمان کہتے ہیں۔ گمان حقیقت کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور وہ انسان کو صحیح اور غلط دونوں طرف لے جا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اے ایمان والوں زیادہ گمان (الظن) سے جتناب کرو بیشک بعض گمان (الظن) گناہ ہیں اور تجسس نہ کیا کرو اور نہ ہی ایک دوسرے کی غیبت کیا کرو کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے پس تم اس سے کراہت کرو گے اور اللہ سے تقویٰ اختیار کرو بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا رحیم ہے۔

(12:49)

اے ایمان والوں جب کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اسکی تحقیق کر لیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اپنی جہالت کے سبب لوگوں کو صدمہ پہنچاؤ اور پھر اپنے کیے پر خود ہی نادم ہونا پڑے۔ (6:49)

اور جب تم نے اس کو سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے نفس میں نیک گمان (ظن) کیوں نہ کیا؟؟؟ اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ تو صریحا جھوٹ ہے؟؟؟

(12:24)

یوں تو تمام رذائل اخلاق انسانی شخصیت اور معاشرے کے لیے نقصان دہ ہیں اور اسلام ان سے کلیتاً اجتناب کا حکم دیتا ہے لیکن بدگمانی ایسی متعدی بیماری ہے جو انسان کی ذاتی زندگی سے لے کر معاشرے کی اجتماعی زندگی تک بگاڑ کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کر دیتی ہے۔ بدگمانی سے مراد ایسی بات دل میں لانا ہے جس کا نہ یقین ہو اور نہ ہی اس بات کے دو عادل گواہ ہوں۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے بدگمانی کرنے کی مذمت اور ممانعت فرمائی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بدگمانی کرنے سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے، ایک دوسرے کے ظاہری اور باطنی عیب مت تلاش کرو۔'' (مسلم، الصحیح، ۱۹۸۵، رقم: ۲۵۶۳)

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مسلمان کے خون، اس کی عزت اور اس کے متعلق بدگمانی کو حرام کر دیا ہے۔'' حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اپنے بھائی کے متعلق بدگمانی کی اس نے اپنے رب کے متعلق بدگمانی کی۔''

بدگمانی ایک ایسا گناہ ہے جس کے کرنے سے انسان دیگر گناہوں کی دلدل میں خود بخود پھنستا چلا جاتا ہے کیونکہ جب انسان کے دل میں کسی کے متعلق کوئی برا گمان آتا ہے پھر وہ اپنے گمان کی تصدیق کے لیے اس کی ٹوہ میں رہتا ہے، اس کی باتیں سنتا ہے اور اس کے حالات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ بعض اوقات جاسوسی کرتا اور کرواتا ہے

Perfect24u.com

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

تا کہ اس کے ذہن میں اس شخص کے متعلق جو برا گمان آیا تھا، اس کی تائید اور توثیق حاصل کر سکے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی ﷺ نے بدگمانی کے بعد تجسس کرنے یعنی کسی کی ٹوہ میں لگے رہنے سے منع فرمایا ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے: ترجمہ "اور (کسی کے عیبوں اور رازوں کی) جستجو نہ کیا کرو اور نہ پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کی برائی کیا کرو۔" (الحجرات ۱۲:۴۹)

مندرجہ بالا آیات اور احادیث مبارکہ میں جس بدگمانی اور تجسس سے منع کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا عیب صرف اس کی ذات تک محدود ہو تو اس سے متعلق کسی بھی طرح کی بدگمانی، عیب جوئی اور تجسس کرنا منع ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کا عیب اجتماعی زندگی، کسی ملک، تنظیم یا ادارے کے لیے مضر ہو تو پھر اس کی تحقیق کر کے اس سے باز پرس کرنا اور اس کو کیفر کردار تک پہنچانا ضروری ہے۔ اسی طرح اگر کسی جگہ کام کرنے والے کسی شخص یا بعض افراد کے متعلق شبہ ہو کہ اس کی در پردہ سرگرمیاں ادارے اور کارکنان کے لیے نقصان دہ ہیں یا اس سے ادارے کی عزت، ساکھ اور سلامتی کو خطرہ ہے، تو ایسی صورت میں اس کو پرایا معاملہ سمجھ کر یا خود کو غیر جانب دار ثابت کرنے کے خیال میں خاموش نہ رہا جائے بلکہ اسے ادارے کے علم میں لانا ضروری ہے۔

لہٰذا جب آپ کو ایسے بدگمان شخص سے کسی دوسرے شخص کے بارے میں کوئی ایسی معلومات ملیں جو کسی کے لیے نقصان دہ ہوں، تو آپ پر لازم ہے کہ کوئی رائے قائم نہ کریں کیوں کہ سماعت اور نظر میں دھوکے کا امکان بہر حال رہتا ہے اور حقیقت ویسے نہیں ہوتی جیسے آدمی سمجھ رہا ہوتا ہے۔ ہر وہ خبر جس کے متعلق کوئی صحیح علامت اور گواہی موجود نہ ہو اس کے بارے میں بدگمانی کرنا حرام ہے اور اس بدگمانی سے اجتناب کرنا واجب ہے۔ لیکن ایسی بات یا خبر جس کے مثبت اور منفی پہلو نکل سکتے ہوں تو مسلمان کو حکم ہے کہ آپس میں حسنِ ظن سے کام لے کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"حسن ظن رکھنا حسن عبادت میں سے ہے۔" (ابو داؤد السنن، کتاب الادب، باب فی حسن الظن، ۴۹۳: رقم: ۴۹۹۳)

سوال 3 محتاجوں اور مصیبت زدوں کی خدمت و اعانت کی وضاحت کریں۔

جواب: کوئی مومن کسی تکلیف، مصیبت یا پریشانی میں ہو تو ایسی صورتحال کے وقت اس کی تکلیف دور کرنا، مدد اور حاجت روائی کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔ محتاجوں اور مصیبت زدوں کی خدمت و اعانت میں ان کی جسمانی اور مالی تکلیف و پریشانی دور کرنا بھی، ان کا قرض ادا کرنا بھی شامل ہے۔ اگر کوئی مصیبت زدہ، پریشان یا بیمار کسی وجہ سے گھر کے کام نہ کر سکے تو اس کے گھر کے کام کر دینا، اُس کے گھر و مال کا خیال رکھنا اور حفاظت کرنا۔

سورۂ آل عمران میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرو گے، ہرگز بھلائی نہیں پاؤ گے"۔

اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا، غریبوں اور محتاجوں کی مدد کرنا، یتیموں اور بیواؤں کی کفالت کرنا، مقروضین کے قرضوں کی ادائیگی کرنا، نیز اپنے بچوں پر خرچ کرنا غرضیکہ انسانیت کے کام آنے والی تمام اشکال کو اللہ تعالیٰ نے قرض حسنہ کہا ہے۔

جو لوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اس کی مثال اس دانے جیسی ہے جس میں سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے بڑھا چڑھا کر دے اور اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔ (سورۃ البقرہ ۲۶۱)

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

سوال 1 پڑوسی کے اقسام بیان کریں۔

جواب: قرآن کریم میں پڑوسی سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی تین قسموں کو پیش کیا ہے (سورۃ النساء: ۳۶):

1۔ پڑوسی جو رشتہ دار ہے

2۔ جو صرف پڑوسی ہے

3۔ اور عارضی طور پر کچھ وقت کے لیے جن کا ساتھ یا ٹھہراؤ ہو مثلاً سفر، کلاس یا کسی ملاقات و مجلس وغیرہ کا ساتھی۔

Perfect24u.com

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

سوال 2 اکرام الضیف کی وضاحت کریں۔

جواب: جب کوئی انسان سفر کر کے کسی بھی مقصد کے لیے کسی آدمی کے یہاں پہنچے تو وہ مہمان کہلاتا ہے اس سے مناسب طریقہ سے آنے کا مقصد پوچھنا' خندہ پیشانی سے پیش آنا۔ اس کے رہائش' کھانے پینے اور آرام کا انتظام کرنا اور عزت و تکریم کرنا "اکرام الضیف یا مہمان کا اکرام" کہلاتا ہے۔

سوال 3 صلہ رحمی سے کیا مراد ہے تحریر کریں۔

جواب: اپنے قرابت داروں اور رشتہ داروں کے دکھ سکھ میں شریک ہونا' بوقت ضرورت ان کے کام آنے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور ہمدردی کا رویہ اپنانے کا نام "صلہ رحمی" ہے۔

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے جواب پر " ✓ " کا نشان لگائیں:

جواب: صفحہ 86 پر "کثیر الانتخابی سوالات" کے سوال نمبر 1 تا 3 ملاحظہ کیجئے۔

Perfect24u.com

More Notes, Books Visit Now: www.Perfect24u.com

www.Perfect24u.com

Perfect24u.com